﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿...اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿...عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾(بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ: نصیر احمد قمر

جلد 25 | جمعۃ المبارک 09 رفروری 2018ء | 22 جمادی الاوّل 1439 ہجری قمری ❁ 09 تبلیغ 1397 ہجری شمسی | شمارہ 06

مقاماتِ مقدسہ میں خصوصیت سے
اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ’’میرے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا‘‘
حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی اس بات سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دنیا مل جاتی تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔

(جامع ترمذی۔کتاب الدعوات)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

ان لوگوں پر افسوس جو خدا کے نشانوں کو اور اس کے دنوں کو دیکھتے ہیں پھر منہ پھیرتے ہیں۔ پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے اس وعدہ پر جو سورۃ نور میں اور فاتحہ میں مذکور ہے ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم جاہلوں کی طرح ایمان لائیں۔ خبردار کہ یہی لوگ جاہل ہیں لیکن بے شعور ہیں۔ اور جس وقت کہا جائے کہ خدا سے ڈرو اور خواہش کی پیروی نہ کرو۔ کہتے ہیں کہ ہم پرہیزگار ہیں۔ حالانکہ قرآن کو ظلم اور تکبّر سے چھوڑ دیا ہے۔ بھلا دیکھو تو کہ اگر مَیں خدا کی طرف سے ہوا اور تم میری تکذیب کرتے رہے تو تمہارا انجام کیا ہوگا۔

’’اور تمہیں معلوم ہے کہ یہ طاعون وہی عذاب ہے جو یہود پر نازل ہوا پھر ان لوگوں پر یہ عذاب خدا کے غضب سے نازل ہوگا جو یہودیوں کی طرح ہو جائیں گے۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ (الفاتحۃ:7) کی آیت میں یہی بھید ہے۔ ان لوگوں پر افسوس جو خدا کے نشانوں کو اور اس کے دنوں کو دیکھتے ہیں پھر منہ پھیرتے ہیں۔ پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے اس وعدہ پر جو سورۃ نور میں اور فاتحہ میں مذکور ہے ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم جاہلوں کی طرح ایمان لائیں۔ خبردار کہ یہی لوگ جاہل ہیں لیکن بے شعور ہیں۔ اور جس وقت کہا جائے کہ خدا سے ڈرو اور خواہش کی پیروی نہ کرو۔ کہتے ہیں کہ ہم پرہیزگار ہیں۔ حالانکہ قرآن کو ظلم اور تکبّر سے چھوڑ دیا ہے۔ اور جس وقت حق کی طرف ان کو بلائیں غصّہ سے بھر جاتے ہیں اور اس سے زیادہ اور کیا جہالت ہے کہ پریشان باتوں کو مانا ہوا ہے اور قرآن کے وعدہ کو قبول نہیں کرتے۔ اور قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ باطل کو اس میں کسی طرف سے راہ نہیں۔ اور کیا ممکن ہے کہ یقین اور گمان برابر ہو جائیں۔ اور ثابت ہے کہ تمام حدیثیں ایک سو یا دو سو برس کے بعد جمع کی گئی ہیں اور مسلمانوں کے فرقے ان میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور حقیقت میں قرآن میں کوئی شبہ نہیں اور وہی ہمارے نبی پر نازل ہوا ہے اور اس کے پاک منہ سے نکلا ہے۔ کیا اس میں تم کو شک ہے۔ پس کس حدیث پر قرآن کے بعد ایمان لاتے ہو۔ کیا اس کتاب کو چھوڑ کر گمان کو اختیار کرتے ہو جس کی شان میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ۔ الآیۃ۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم ان کے نقش قدم پر چلیں گے۔ دیکھ کہ کس طرح قرآن کو چھوڑنے کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر دیکھ کہ کس طرح لڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیثیں ہمارے عقائد کی نسبت متفق علیہ ہیں اور وہ صریح اس بات میں جھوٹے ہیں اور جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت حدیثیں قرآن سے موافق ہوتی ہیں اور جو موافق نہیں وہ بے شک موضوع ہے۔ اور معصوم ہونا قرآن کی ہی خاص صفت ہے اور قصے منسوخ نہیں جیسا کہ تم کو خود اقرار ہے۔ اب ثابت اور واضح حق سے کہاں بھاگو گے اور کب تک لڑو گے۔ بھلا دیکھو تو کہ اگر مَیں خدا کی طرف سے ہوا اور تم میری تکذیب کرتے رہے تو تمہارا انجام کیا ہوگا۔

اور خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کی موت کی نسبت سورۃ مائدہ میں خبر دی ہے اور حدیث میں ہے کہ ان کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی اور نیز خدا نے سورۃ نور میں ہم کو بشارت دی ہے کہ خلیفے اِس اُمّت سے ہوں گے۔ پس ضرور اسی طریق پر خاتم الخلفاء مسلمانوں میں سے پیدا ہوا اور وہی بغیر کسی شک کے مسیح موعود ہے۔ پس اگر تمہاری آنکھیں ہیں تو خدا نے ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔ کیا اب اس سب کے بعد کوئی شک پرہیزگاروں کے لئے باقی رہ گیا ہے؟ ہم کو خدا نے حجت بالغہ دی ہے اور تمہارے ہاتھ میں خطاکاروں کے گھڑے ہوئے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دمشق کے مشرق کی طرف اترے گا۔ اور یہی ٹھیک ہے اگر سوچو اور مسیح مشرق کی زمین میں ظاہر ہوا ہے جیسا کہ دجال بھی اسی زمین میں ظاہر ہوا ہے۔ پس مسیح بھی مشرق میں ہوا اور دجّال بھی مشرق میں۔ اور مشرک شرک میں بڑھ گئے اور یہ ہمارا گاؤں دمشق کے مشرق کی طرف ہے۔ کسی جغرافیہ دان سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے۔ اور یہ ہندوستان کا ملک حجاز کے ملک سے مشرق کی سمت ہے۔ پس سچ نکلا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا کہ دجّال اور مسیح مشرق میں ظاہر ہوں گے اور خدا کا وعدہ سچ اور حق ثابت ہوا۔ پس اے جلد بازو! خدا کے ساتھ مت لڑو۔ تم دیکھتے ہو کہ لوگ عیسائی ہو گئے اور خدا کے دین سے پھر گئے ہیں۔ پھر کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا۔ یہ تمہارا کیسا فیصلہ ہے! اور یہ ہندوستان کی زمین فتنہ اور فساد میں سب زمینوں سے بڑھ گئی ہے۔ کیا اس جیسی زمین کوئی اور تمہیں معلوم ہے؟ اگر سچے ہو تو اس زمین کا پتہ دو۔ اور بے شک آسمان اور زمین اور زمان اور مکان نے میری سچائی پر گواہی دی ہے اور اس صدی میں سے قریباً پانچواں حصہ گزر بھی گیا۔ اب اس کے بعد کون سی گواہی تم کو جگائے گی۔ اور نیز خدا نے تین سو کے قریب نشان ظاہر کر دیئے اور ان نشانوں کو ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اگر ان کو جھوٹا سمجھتے ہو تو ان جیسے گواہ لاؤ جو تمہارے حق میں گواہی دیں اگر اس دعوے میں سچ پر ہو اور یقیناً خدا کی مدد عین وقت پر تم کو پہنچی۔ کیا اسے ردّ کر دو گے۔ اور میری سچائی کی دلیلیں اس قدر ہیں کہ تم ان کو نہیں گن سکتے اور یقیناً جھوٹوں کو کوئی نشان اور کوئی مدد نہیں دی جاتی۔‘‘

(خطبہ الہامیہ مع اردو ترجمہ صفحہ 105 تا 109۔ شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 06 مارچ 2016ء بروز اتوار مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا:۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت میں دو نکاحوں کے اعلان کروں گا۔ پہلا نکاح عزیزہ مریم صدیقہ خان بنت مکرم احمد محمد خان صاحب امریکہ کا ہے جو عزیزم صفوان چوہدری ابن مکرم محمد مبشر چوہدری صاحب کینیڈا کے ساتھ بیس ہزار کنیڈین ڈالر حق مہر پر طے پایا ہے۔

اس کے بعد حضور انور نے فریقین کے مابین ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا:۔

اگلا نکاح ہے۔

The next Nikah is of Azrina Maymon Jowaheer sahiba, daughter of Munir Ahmad Jowaheer sahib of London. It has been settled with Mr Imran Bhunnoo, son of Mr Munir Ahmad Bhunnoo Sahib of London at a Haq Mehar of 12,000/–Pounds. Originally both of these families are from Mauritius. Azrina has also been serving in MTA scheduling department very devotedly, MashAllah.

حضور انور نے فریقین کے درمیان انگریزی میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا:۔

May Allah Bless these Nikahs.

دعا کرلیں۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان مربی سلسلہ۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

☆...☆...☆

حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی ربوہ پاکستان کی وفات۔
مرحوم کا مختصر سوانحی خاکہ۔ نماز جنازہ حاضر اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کی رپورٹ

(مرسلہ: شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ)

حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی پیدائش 12 ستمبر 1932ء کو ہوئی۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے، حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے پوتے اور حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے بیٹے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپ کا نکاح 26؍دسمبر 1955ء کو جلسہ سالانہ کی افتتاحی تقریر سے قبل محترمہ صاحبزادی امتہ الوحید بیگم صاحبہ (پیدائش 21 اگست 1935ء۔ وفات 10 اپریل 2017ء) بنت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ پڑھا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ لڑکا بھی ہمارے خاندان میں سے وقف ہے۔ مرزا عزیز احمد صاحب کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ اپنے اس بچے کو اعلیٰ تعلیم دلوائیں۔ چنانچہ ان کا یہ لڑکا ایم اے میں پڑھ رہا ہے۔ ابھی پاس تو نہیں ہوا مگر انگریزی میں ایم اے کا امتحان دے رہا ہے اور کہتے ہیں کہ انگریزی میں بڑا لائق ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ بعد میں یہ کالج میں پروفیسر کے طور پر کام کرے۔“

آپ کی شادی 10 دسمبر 1958ء کو ہوئی۔

آپ ستمبر 1956ء سے 1973ء تک تعلیم الاسلام کالج میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔ آپ اپنے لیکچر نہایت محنت سے تیار کرتے تھے۔ آپ کو اپنے مضمون پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ اسی وجہ سے طلباء میں مقبول تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1970ء میں بلاد افریقہ میں بنیادی طبی و تعلیمی خدمات بہم پہنچانے کے لئے مجلس نصرت جہاں کا قیام فرمایا۔ اس کے انتظام وانصرام کے لئے جو اوّلین کمیٹی ترتیب دی، آپ کو اس کا ایک ممبر مقرر فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1973ء میں ربوہ اور اس کے گردونواح میں آنے والے سیلاب کی تباہ کاری میں ریلیف پہنچانے کے لئے جو کمیٹی ترتیب دی اس میں آپ کو شامل فرمایا۔

سال 1974ء سے جلسہ سالانہ سے قبل سرکاری افسران اور جماعت کے نمائندگان کا باہمی اجلاس ہوتا تھا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب بھی عموماً جماعتی وفد میں شامل ہوتے تھے۔

1974ء کے ہنگامی حالات میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب اور مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی درون خانہ معاونت کرتے رہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی منظوری سے ربوہ میں یتیم اور نادار بچوں کی نگہداشت اور تعلیم وتربیت کے لئے 1962ء کے وسط میں "دار الاقامۃ النصرت" کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس کا نام "امداد طلباء" رکھا۔ اس شعبہ کے 1978ء سے 17 جولائی 1983ء تک مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نگران رہے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مد کا انتظام نظارت تعلیم کے ذمہ مقرر فرمایا۔

فضل عمر ہسپتال ربوہ کی تنظیم نو کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک کمیٹی مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی صدارت میں مقرر فرمائی۔ ان کے بعد حضورؒ نے مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کو کمیٹی کا صدر مقرر فرمایا۔

1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان کے انتظام وانصرام کے لئے ایک کمیٹی ”کمیٹی صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان“ مقرر فرمائی جس میں آپ کو بطور ممبر شامل فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس عزم کے تحت کہ کوئی احمدی بھوکا نہ رہے ”امداد مستحقین“ کے نام سے ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ اس کمیٹی کا کام تھا کہ ضرورت مند افراد کو فیملی کی ضرورت کے مطابق گندم خرید کر دے۔ سال 2000ء سے 2003ء تک مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے بطور صدر مجلس انصار اللہ پاکستان اس کمیٹی کی صدارت سنبھالی۔

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی منصوبہ کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے موقع پر مقام ظہور قدرت ثانیہ پر ایک یادگار تعمیر کی جائے۔ 2 جنوری 2008ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے مجوزہ ڈیزائن کے مطابق جنازہ گاہ والے حصہ پر بنیاد رکھی۔

جلسہ سالانہ کے حوالہ سے خدمات

حضرت مصلح موعودؓ نے 1960ء میں جلسہ سالانہ کے انتظامات کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی۔ آپ بھی اس کے ممبر مقرر ہوئے۔

1961ء تا 1963ء کمیٹی برائے انتظامات جلسہ سالانہ ربوہ کے ممبر رہے۔

1967ء تا 1974ء ناظم لنگر خانہ نمبر 1 دار الصدر کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

1975ء تا 1983ء بطور نائب افسر جلسہ سالانہ خدمات کی توفیق پائی۔ اس کے بعد اگرچہ پابندی کی وجہ سے جلسہ ہائے سالانہ ربوہ منعقد نہیں ہوئے تاہم 1984ء سے لے کر 2002ء تک حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے نائب افسر جلسہ سالانہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔

تنظیمی خدمات

آپ کو ممبر عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ کے طور پر مختلف شعبہ جات میں خدمت کا موقع ملا مثلاً ایثار و استقلال، وقار عمل، اطفال، عمومی، صحت جسمانی اور امور طلباء وغیرہ۔ اسی طرح آپ 2 سال (1970–71 تا 1971–72) نائب صدر بھی رہے۔ اسی دوران 18 اپریل 1972ء کو چینی سفیر کی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دفتر تشریف آوری پر آپ نے بطور نائب صدر استقبال کیا۔

آپ کو مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ اور مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔ چنانچہ مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ میں 1982ء سے 1989ء تک نائب صدر وقائد مجالس بیرون قلمی دوستی رہے۔ جبکہ مجلس انصار اللہ پاکستان میں 1990ء سے 1999ء تک نائب صدر اور 2000ء سے 2003ء تک صدر مجلس رہے۔

(نوٹ: حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد کے تابع 3 نومبر 1989ء سے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا دائرہ کار پاکستان تک محدود ہو گیا۔)

صدر انجمن احمدیہ پاکستان میں خدمات

دورانیہ	عہدہ
1973–74 تا 1988–89	ناظر خدمت درویشاں
1977–78 تا 1988–89	ایڈیشنل ناظر اعلیٰ
1989–90 تا 1991–92	ناظر امور عامہ
1992–93 تا 2002–03	ناظر امور خارجہ
2003–04 تا 2017–18	ناظر اعلیٰ
2004–05 تا 2017–18	صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان

آپ مورخہ 18 جنوری 2018ء کی صبح 2 بج کر 55 منٹ پر طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ کی اولاد کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1- مکرم صاحبزادہ مرزا وحید احمد صاحب
2- مکرم صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب
3- مکرم صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب
4- مکرم صاحبزادہ مرزا ثمر احمد صاحب
5- مکرم صاحبزادہ مرزا عدیل احمد صاحب
6- مکرم صاحبزادہ مرزا تقی الدین احمد صاحب

جنازہ اور تدفین

مورخہ 18 جنوری 2018ء کو مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ کی جماعت کے لئے خدمات کا عرصہ 60 سال سے زائد ہے۔ آپ گزشتہ کچھ عرصہ سے علیل چلے آرہے تھے۔ تاہم آپ بیماری کے باوجود باقاعدہ دفتر تشریف لا کر اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ آخری بار یکم جنوری کو شدید بیماری کے باوجود دفتر تشریف لا کر اپنے فرائض سرانجام دیئے اور پھر طبیعت زیادہ خراب ہونے پر 2 جنوری کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ ربوہ میں داخل ہو گئے۔ وہاں بھی آپ بعض دفتری فرائض ادا فرماتے رہے اور ضروری ہدایات بھی دیتے رہے۔ 17، 18 جنوری کی رات طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور پھر 18 جنوری بروز جمعرات صبح 2:55 پر آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

18 جنوری کی صبح نماز فجر سے قبل طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں غسل دینے کے بعد آپ کا جسد خاکی مورچری فضل عمر ہسپتال ربوہ میں رکھوا دیا گیا۔

غسل دینے کی سعادت مکرم صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا ثمر احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا عدیل احمد صاحب، مکرم سید میر مدثر احمد صاحب، مکرم اکبر احمد صاحب ناظم جائیداد، مکرم ظفر احمد صاحب کارکن طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ اور عزیزم صاحبزادہ مرتاض عزیز احمد صاحب ابن مکرم صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے حصہ میں آئی۔

19 جنوری بروز جمعہ صبح سات بجے جسد خاکی مورچری سے آپ کی رہائشگاہ منتقل کیا گیا۔ صبح 8 بجے تا 11:30 کثیر تعداد میں احباب جماعت نے آخری دیدار کیا۔ کیونکہ آپ کی وفات کی اطلاع ملتے ہی ربوہ اور قریبی اضلاع مثلاً فیصل آباد، جھنگ، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، سرگودھا اور لاہور وغیرہ سے کثیر تعداد میں احباب ربوہ پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔

جمعۃ المبارک کی نماز سے قبل مکرم صاحبزادہ صاحب کا جنازہ آپ کے گھر سے چارپائی پر روانہ ہوا جس کے دونوں اطراف میں بانس باندھے گئے تھے تاکہ جو احباب کندھا دینا چاہیں ان کو سہولت رہے۔ جنازہ کے گرد خدام نے حصار بنایا ہوا تھا جس کے اندر افراد خاندان کے علاوہ ہر سہ انجمنوں، ذیلی تنظیموں کے عہدیداران اور بعض امرائے اضلاع جنازہ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ جنازہ دار الصدر میں واقع گورنمنٹ نصرت گرلز ہائی سکول کے سامنے سے احاطہ خاص میں داخل ہوا۔ احاطہ خاص میں

باقی صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثر ممالک میں جہاں جماعت احمدیہ مستحکم ہے وہاں مجلس خدام الاحمدیہ اور دوسری ذیلی تنظیموں کا بھی قیام ہو چکا ہے۔

ذیلی تنظیموں کے قیام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر عمر کے احمدیوں کی اخلاقی، دینی اور روحانی تربیت کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ ذیلی تنظیموں کو اس لئے قائم کیا گیا ہے تا کہ ممبران جماعت کو اپنے دین کے قریب لایا جائے اور انہیں ان کی انفرادی ذمہ داریاں سمجھائی جائیں۔ نیز ممبرانِ جماعت کو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے دنیاوی امور کی سرانجام دہی اور ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے رہنمائی کرنا بھی ذیلی تنظیموں کے کاموں میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ ذیلی تنظیموں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ دین اور ملک وقوم دونوں کی خدمت کرنے کی ترغیب دلائیں اور یہ خدمت اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہونی چاہئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ہمارے 15 سے 40 سال کے نوجوان مردوں پر مشتمل ہے۔ اور اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ کے زیر انتظام چل رہی ہے جو ہمارے نَوجوان لڑکوں کی اخلاقی اور دینی تربیت کا خیال رکھتی ہے۔ 12 سے 15 سال کی عمر کے بڑے اطفال یقیناً ایسی عمر میں ہیں جس میں ان کے اَذہان پختہ ہو رہے ہیں اور وہ اپنے دین کی بنیادی باتوں کو اور اپنے کئے ہوئے عہدوں کو بھی سمجھتے ہیں۔ اس کی روشنی میں آج مَیں سب سے بنیادی عہد کے بارہ میں بات کروں گا جو ہر مسلمان کرتا ہے اور وہ "کلمہ" ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ وہ بنیادی الفاظ ہیں جن پر اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے۔ اور ہماری ذیلی تنظیموں کے عَہدوں میں جن میں خدام الاحمدیہ کا عہد بھی شامل ہے ان سب کا آغاز ایمان کے اس اقرار سے ہوتا ہے۔ پس سمجھ بوجھ کی عمر کو پہنچنے والے ہر خادم اور ہر طفل کو لازماً سنجیدگی کے ساتھ اس عہد کے معانی کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اور اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے مختلف پہلوؤں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں کلمہ طیّبہ کی نہایت پُر معارف تشریح اور اس کے معانی کا بیان اور اس حوالہ سے خدّام واطفال کو نہایت زرّیں نصائح اور ہدایات۔

مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے نیشنل اجتماع کے موقع پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انگریزی زبان میں فرمودہ اختتامی خطاب کا اردو ترجمہ

(فرمودہ 17 ستمبر 2017ء بروز اتوار بمقام Country Market, Kingsley, Bordon، یُوکے)

(اردو ترجمہ: فرّخ راحیل)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثر ممالک میں جہاں جماعت احمدیہ مستحکم ہے وہاں مجلس خدام الاحمدیہ اور دوسری ذیلی تنظیموں کا بھی قیام ہو چکا ہے۔ اور ذیلی تنظیموں کے قیام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر عمر کے احمدیوں کی اخلاقی، دینی اور روحانی تربیت کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ ذیلی تنظیموں کو اس لئے قائم کیا گیا ہے تا کہ ممبران جماعت کو اپنے دین کے قریب لایا جائے اور انہیں ان کی انفرادی ذمہ داریاں سمجھائی جائیں۔ نیز ممبران جماعت کو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے دنیاوی امور کی سرانجام دہی اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے رہنمائی کرنا بھی ذیلی تنظیموں کے کاموں میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ ذیلی تنظیموں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ دین اور ملک وقوم دونوں کی خدمت کرنے کی ترغیب دلائیں اور یہ خدمت اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہونی چاہئے۔ جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ ہمارے 15 سے 40 سال کے نوجوان مردوں پر مشتمل ہے۔ اور اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ کے زیر انتظام چل رہی ہے جو ہمارے نَوجوان لڑکوں کی اخلاقی اور دینی تربیت کا خیال رکھتی ہے۔ 12 سے 15 سال کی عمر کے بڑے اطفال یقیناً ایسی عمر میں ہیں جس میں ان کے اذہان پختہ ہو رہے ہیں اور وہ اپنے دین کی بنیادی باتوں کو اور اپنے کئے ہوئے عہدوں کو بھی سمجھتے ہیں۔ اس کی روشنی میں آج مَیں سب سے بنیادی عہد کے بارہ میں بات کروں گا جو ہر مسلمان کرتا ہے اور وہ "کلمہ" ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ وہ بنیادی الفاظ ہیں جن پر اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے۔ اور ہماری ذیلی تنظیموں کے عَہدوں میں جن میں خدام الاحمدیہ کا عہد بھی شامل ہے ان سب کا آغاز ایمان کے اس اقرار سے ہوتا ہے۔ پس سمجھ بوجھ کی عمر کو پہنچنے والے ہر خادم اور ہر طفل کو لازماً سنجیدگی کے ساتھ اس عہد کے معانی کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اور اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کلمہ کا پہلا حصّہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پس سب سے بنیادی اور اوّلین اصول جس کے مطابق ہر مسلمان مرد اور عورت کو اپنی زندگی لازمًا بسر کرنی چاہئے وہ توحید ہے۔ یعنی اس کامل ایمان اور یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ لیکن یہ بات کافی نہیں کہ ان الفاظ کا صرف زبانی اقرار کیا جائے بلکہ اس اقرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ذریعہ سے اپنے ایمان کا اظہار ہونا چاہئے۔ اور سب سے زیادہ اہمیت کی حامل اور اعلیٰ ترین عبادت نماز ہے۔ یعنی صلوٰۃ۔ قرآن کریم کے مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم پنجوقتہ فرض نمازیں ادا کریں۔ پس اگر ہم نمازوں کی ادائیگی میں سُست ہیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اقرار بے فائدہ ہے، کسی اہمیت کا حامل نہیں اور جھوٹا اقرار ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت خوبصورتی اور حکمت سے اس نکتہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا اس وقت اپنے اقرار میں سچّا ہوتا ہے کہ حقیقی طور پر عملی پہلو سے بھی وہ ثابت کر دکھائے کہ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی محبوب و مطلوب اور مقصود نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان کی خدا تعالیٰ سے ایسی حالت ہو اور واقعی طور پر اس کا ایمانی اور عملی رنگ اس اقرار کو ظاہر کرنے والا ہو، تو وہ خدا تعالیٰ کے حضور اس اقرار میں جھوٹا نہیں۔ ساری مادی چیزیں جل گئی ہیں اور ایک فنا اس پر اس کے ایمان میں آ گئی ہے۔ تب وہ اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کا اقرار سچّا ہے اور جھوٹ پر مبنی نہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 59۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپؑ نے تعلیم دی کہ سچّا مسلمان وہی ہے جس کا دل اور روح خدا تعالیٰ کی محبت سے مخمور ہے اور وہ اس ایمان میں رچا ہوا ہے کہ اللہ کے سوا اَور کوئی معبود نہیں۔ پس اس معیار کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے ورنہ انسان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اقرار صرف سطحی اور اس کے الفاظ کھوکھلے ہیں۔

کلمہ کا دوسرا حصہ اس پختہ ایمان کا متقاضی ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یعنی محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ کلمہ کا جو دوسرا جزو ہے وہ نمونہ کے لئے ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے لئے بہترین نمونہ ہیں اور آپؐ خدا تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری میں کامل انسان تھے۔ یقیناً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اخلاق کے مالک تھے اور تمام انسانیت کے لئے اُسوۂ حسنہ یعنی بہترین نمونہ تھے۔ پس ہر احمدی مسلمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارے نَوجوانوں کو لازمًا یہ احساس ہونا چاہئے کہ یہ وہ سنہری کنجی ہے جس سے ہم کامیابی کے دروازے کھول سکتے ہیں۔ اور ہم اسی ایک امید پر قائم ہیں کہ اسلام کی اصل حقیقت دنیا کے لوگوں پر ظاہر کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ پس اس کی روشنی میں مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کی چند مثالیں دینا چاہتا ہوں جن سے ہمیں نمونہ حاصل کرنا چاہئے اور انہیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق الٰہی اتنا زیادہ تھا اور توحید باری تعالیٰ پر اس قدر ایمان تھا کہ غیر مسلم کافر بھی اس کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے بعد مکّہ کے کافر کھلے عام کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے ربّ کا عاشق ہو گیا ہے۔

(احیاء علوم الدین جلد 1 صفحہ 723 کتاب الآداب السماع والوجد مطبوعہ دار المعرفہ بیروت 2004ء)

مزید برآں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا تھے۔ ایک دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جو ہر مسلمان کو بار بار پڑھنی چاہئے وہ یہ تھی کہ:

"اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اُس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی اتنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔" (سنن الترمذی ابواب الدعوات باب دعاء داؤد اللھم انی أسالک۔۔۔ حدیث 3490)

یہ خوبصورت دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فنافی اللہ ہونے کی کامل حالت کا اظہار کرتی ہے۔ اور ہمیں لازمًا اس روح کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آجکل کی دنیا میں لوگ دین کو چھوڑ کر اپنی ذاتیات کو اس حد تک ترجیح دیتے ہیں کہ اُن میں اپنے خالق سے پیار اور محبت کا اظہار کرنے اور اس کے حقوق ادا کرنے کا احساس پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ہم میں سے بھی بعض کو دنیاوی مال اور دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کا اتنا جنون ہے کہ وہ مقررہ وقت پر نماز ادا کرنا ہی بھول جاتے ہیں۔ یا اپنی فیملی کے معاملات میں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ وہ اپنے اوّلین فرض کو یعنی خدا تعالیٰ سے پیار کرنے اور اس کی

عبادت کرنے کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل ایک حقیقی اور سچّے مسلمان کا کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے پیار کو ہر چیز پر فوقیت دیں گے تب ہی ہم انصاف کے ساتھ کہہ سکیں گے کہ ہم اپنے ایمان کو مقدم رکھ رہے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

مزید بر آں توحید کے قیام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے صدقِ دل سے توحید باری کا اقرار کیا وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور افضال حاصل کرنے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کو توحید کا اقرار اس دعا سے کرنا چاہئے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اُسی کی ہے۔ تمام تعریفوں کا بھی وہی مستحق ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دن میں سو مرتبہ یہ دعا کی ایسے شخص کو دس غلاموں کی آزادی کے برابر ثواب ہوگا اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو برائیاں مٹائی جائیں گی۔ توحید باری پر مشتمل یہ ذکر اُس دن شام تک کے لئے شیطان سے اُس کی پناہ کا ذریعہ بن جائے گا اور کوئی شخص اُس سے بہتر عمل والا قرار نہیں پائے گا سوائے اُس شخص کے جو یہ ذکر اِس سے بھی زیادہ کثرت سے کرے۔
(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل التہلیل حدیث 6403)

یہ دعا حقیقت میں ہمارے ایمان کے اقرار یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی اہمیت ظاہر کرتی ہے۔ اور جب انسان سنجیدگی کے ساتھ اس طرح دعا کرتا ہے تو ہر حال میں وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہے گا۔ اس بات میں ذرّہ بھر بھی کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار سب سے اعلیٰ تھا۔ خواہ کیسے بھی حالات ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو حقوق اللہ کی ادائیگی میں حائل نہ ہونے دیتے۔ مثلاً احادیث میں مذکور ہے کہ انتہائی بیماری یا انتہائی زخمی حالت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گِر گئے جس کے نتیجہ میں آپ کے جسم کا دایاں پہلو شدید زخمی ہو گیا۔ آپ کھڑے ہو کر نماز ادا نہ فرما سکتے تھے اس لئے بیٹھ کر نماز پڑھائی مگر باجماعت نماز میں ناغہ پسند نہ فرمایا۔ (صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ فی السطوح والمنبر والخشب حدیث 378)

ذاتی طور پر ہم سب اپنی نیتوں اور اپنے عبادت کے معیاروں سے بخوبی واقف ہیں کہ کیا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟ یہ انتہائی افسوسناک حالت ہے کہ بہت سے احمدی اپنے ذاتی حقیر کاموں یا محض سستی کی وجہ سے نماز باجماعت کو قربان کر دیتے ہیں۔ اور پھر وہ مسلسل بے شرمی سے اور ذرّہ بھر بھی نادم ہوئے بغیر کلمہ کے الفاظ دہراتے ہیں اور اپنے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا زبانی دعویٰ ہرگز کافی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ انسان کے اعمال اور اس کا کردار اس کے دعوے کے حق میں لازمًا گواہی دے رہے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور محبوب ترین خادم تھے۔ اس کے باوجود خشیتِ الٰہی آپ پر ہمیشہ حاوی رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کو مسلسل ہشیار رہنے کی تلقین فرمائی تا کہیں وہ غفلت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں یا اس کی محبت سے محروم نہ ہو جائیں۔ صحابہ کرامؓ کی کئی روایات ہیں جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے اور انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے حوالے کر دیتے تھے۔ مثلاً روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو آپ کی حالت یوں بیان کی کہ گریہ وزاری اور بُکا سے آپ کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ (سنن النسائی کتاب الکسوف باب نوع آخر حدیث 1483) اور بعض صحابہؓ نے نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو یوں بیان کیا کہ گویا چکّی چل رہی ہو۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب البکاء فی الصلاۃ حدیث 904) اور بعض نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا یہ عالَم بیان کیا کہ روتے ہوئے سینے سے ہنڈیا اُبلنے کی طرح آواز آتی تھی۔ (سنن النسائی کتاب السھو باب البکاء فی الصلاۃ حدیث 1215) عبادت، خشیتِ الٰہی اور عشقِ الٰہی کے یہ بے نظیر معیار تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمائے اور جو تمام انسانیت کے لئے ایک نمونہ ہیں۔ ذکرِ الٰہی اور خدا تعالیٰ کی حمد و شکر میں بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ ترین معیار کو پہنچے ہوئے تھے۔ دن ہو یا رات، عالَمِ خواب ہو یا بیداری، خلوت ہو یا جلوت کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق کی یاد سے غافل نہیں ہوئے۔ صحابہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے بعض دفعہ مَیں ستّر سے بھی زائد مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب استغفار النبیؐ فی الیوم واللیلۃ حدیث 6307)

ذرا تصوّر کریں! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی شدّت سے استغفار کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی تو پھر ہمارے لئے مسلسل استغفار کرنا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا کتنا ضروری ہوگا۔ یقیناً استغفار کی اہمیت پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے کیونکہ استغفار سے ہماری توجہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف مرکوز رہتی ہے اور گناہوں اور بد اعمال سے ہم محفوظ رہتے ہیں۔

مزید بر آں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کو تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا انتہائی ضروری امر ہے اور نماز شکر ادا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ (صحیح البخاری کتاب التہجد باب قیام النبیؐ اللیل حدیث 1130) ذاتی طور پر نماز سے محبت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز حقیقی معنوں میں آپ کے دل اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھی (سنن النسائی کتاب عشرۃ النساء باب حب النساء حدیث 3391) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعا کیا کرتے تھے کہ ’’اے میرے ربّ مجھے اپنا ذکر کرنے والا اور شکر کرنے والا بنا‘‘۔ (سنن الترمذی ابواب الدعوات باب رب اعنی ولاتعن علی … حدیث 3551)

جہاں تک قرآن کریم سے محبت اور اس کی تعلیمات کی پیروی کا تعلق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں بھی کامل نمونہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن تھے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 305 حدیث 25816 مسند عائشہؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء) یعنی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق جاننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ قرآن کریم پڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ہر ذرّہ کلام الٰہی سے پیار میں اس قدر لپٹا ہوا تھا کہ کلام الٰہی سنتے وقت آپؐ پر رقّت طاری ہو جاتی اور آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا کچھ قرآن سناؤ! جب وہ اس آیت پر پہنچے فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا (سورۃ النساء:42) ’پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امّت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے۔ اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے‘۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضبط نہ کر سکے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہ نکلی۔ ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: بس کرو۔ (سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ النساء حدیث 3024)

ایک اَور روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے ایک رات گزارنے کا موقع ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کی تلاوت شروع کی اور رو پڑے یہاں تک کہ روتے روتے گِر گئے۔ پھر بیس مرتبہ بسم اللہ پڑھی۔ ہر دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روتے روتے گِر پڑتے۔ آخر میں مجھے فرمانے لگے وہ شخص بہت ہی نامراد ہے جس پر رحمٰن اور رحیم خدا بھی رحم نہ کرے۔ (اتحاف السادۃ شرح احیاء علوم الدین جلد 5 صفحہ 88–89 کتاب آداب تلاوۃ القرآن الباب الثالث مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

پس آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم رحمٰن و رحیم خدا کے آگے جھکیں، اس کی عبادت کریں، اس کے آگے روئیں، اس کے لئے اپنے دلوں کو کھولیں اور اس کے احسانات اور افضال کے طلبگار رہوں اور یہ دعا کریں کہ ہم کبھی بھی بے نصیبوں میں شامل نہ ہوں۔

ابھی تک مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معیارِ عبادت اور تعلق باللہ کے حوالہ سے آپؐ کے کامل نمونہ پر بات کی ہے جس سے ہمیں کلمہ کے پہلے حصہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یعنی ’’اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں‘‘ کی بہتر تفہیم ہوتی ہے اور اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح حقوق اللہ کی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ مگر یہ یاد رکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ہی کامل طور پر اپنے معاشرے اور بنی نوع انسان کے حقوق بھی ادا کیا کرتے تھے۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اِس پہلو پر بھی توجہ کریں تا کہ ہمیں ’’مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ‘‘ کی مکمل تفہیم ہو جائے۔ یعنی اس بات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب ہمیں یہ تفہیم ہو جائے گی تب ہی ہم اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنے فرائض سر انجام دیتے تھے اور آپ کس طرح رحمۃ للعالمین کے طور پر ایک لازوال حقیقی سرچشمہ ثابت ہوئے۔ آپ کے اخلاق بے عیب، ہر قسم کی تنقید سے بالا اور نمونے کے لحاظ سے حقیقی طور پر کامل تھے۔

مومن کی بنیادی صفات میں صادق اور امین ہونا اور اپنے عہدوں کا ایفا کرنا ہے۔ چنانچہ مخالفینِ اسلام بھی اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صفات میں انسانیت کے لئے بہترین نمونہ پیش فرمایا ہے۔ مثلاً ابوسفیان کی اُس وقت کی گواہی جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا بہت اہمیت کی حامل ہے۔ قیصر روم نے جب ابوسفیان سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروکاروں کو کیا تعلیم دیتے ہیں تو ابوسفیان نے گواہی دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز، سچائی، پاکدامنی، ایفائے عہد اور امانت ادا کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب دعا النبیؐ الی الاسلام… حدیث 2941)

جیسا کہ مَیں نے کہا یہ ایک جانی دشمن کا بیان تھا اور یہ اس بات کی گواہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا پیغام دیتے تھے۔ حالات خواہ کتنے ہی کٹھن ہوتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل سچّائی، ایمانداری اور دیانتداری ہمہ وقت عیاں ہوتی تھی۔ مثلاً غزوات اور جنگوں میں یہ تصوّر عام تھا کہ فاتح قوم اپنے مدّمقابل کا مال لے سکتی ہے اور اس کے مال و اسباب کو لوٹنا جائز ہے۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس تھا۔ ذاتی مفاد کی بجائے، اپنے آپ کو اور اپنے پیروکاروں کو مالدار بنانے کی بجائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا یہ تقاضا تھا کہ ہرگز کسی قسم کی ناانصافی روا نہ رکھی جائے۔

مثلاً غزوۂ خیبر جو یہودیوں کے خلاف لڑا گیا بہت کٹھن، مشکل اور طویل غزوہ تھا۔ اس وقت بھوک اور فاقے کے ایام بڑھ گئے۔ یہود کے ایک حبشی چرواہے نے اسلام قبول کر لیا اور سوال پیدا ہوا کہ اس کے سپرد یہود کی بکریوں کا کیا کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں امانت کی حفاظت کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی بھوک اور فاقہ جیسی قربانی دے دی مگر کیا مجال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت میں کوئی فرق آیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکریوں کا منہ قلعے کی طرف کر کے ان کو ہانک دو۔ خدا تعالیٰ ان کو ان کے مالک کے پاس پہنچا دے گا۔ (سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 213–214 باب ذکر المسیر الی خیبر مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت 2008ء)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت بھی اپنے مدّمقابل کے حقوق کا خیال رکھا اور اِس طرح امانتوں اور حقوق العباد ادا کرنے کی ایک بے نظیر مثال قائم فرمائی۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی جنگ کے بعد کوئی معاہدہ طے فرماتے تو آپ خود بھی معاہدہ کے پابند رہتے اور اس بات کو یقینی بناتے کہ دوسرے مسلمان بھی اس کے پابند رہیں۔ مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کے بعد بعض اوقات مسلمانوں کی جانوں کو خطرہ تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ سے کبھی اِدھر اُدھر نہ ہوئے اور مسلسل معاہدہ کا پاس رکھتے خواہ خطرہ کتنا ہی بڑا ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہ صرف تعلیم دی بلکہ ہر لحاظ سے عملی طور پر دکھایا کہ کس طرح ہمیں لازمًا دین کو دنیا کے ہر معاملہ پر مقدّم رکھنا ہے۔ اور ہم سب احمدی بار بار یہ عہد دوہراتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ جب بھی کوئی ذاتی معاملہ کھڑا ہوتا ہے تو بہتیرے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مثلاً سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے تو خرید و فروخت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ (سورۃ الجمعۃ:10) لیکن ہم میں سے بھی بعض ایسے ہیں جو اس قرآنی حکم کی پروا نہیں کرتے۔ پس میں تمام خدّام کو کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اس تعلیم کو اپنے ذہنوں میں راسخ رکھیں اور دنیاوی معاملات کی بجائے جمعہ پڑھنے کو مقدّم رکھیں۔

جہاں تک دنیاداری اور دنیاوی مال کے حصول کا تعلق ہے اس کے لئے ہمیں اس حدیث کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

دودن پہلے ایک دیرینہ خادم سلسلہ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روحانی اور جسمانی دونوں رشتوں کا اعزاز بخشا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو اس دنیا میں آیا اس نے ایک دن اس دنیا سے رخصت بھی ہونا ہے۔ ہر چیز کو فنا ہے اور ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لیکن خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس دنیاوی زندگی کو بامقصد بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ کسی نیک آدمی یا ولی یا نبی کے ساتھ صرف جسمانی رشتہ ہونا ہی ان کی زندگی کو بامقصد نہیں بنا سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بنا سکتا ہے بلکہ انسان کا خود اپنا فعل اور عمل ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بناتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان) کی وفات۔
مرحوم کی خدمات دینیہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ۔ اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 19؍جنوری 2018ء بمطابق 19؍صلح 1397 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

دودن پہلے ایک دیرینہ خادم سلسلہ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روحانی اور جسمانی دونوں رشتوں کا اعزاز بخشا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو اس دنیا میں آیا اس نے ایک دن اس دنیا سے رخصت بھی ہونا ہے۔ ہر چیز کو فنا ہے اور ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لیکن خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس دنیاوی زندگی کو بامقصد بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ کسی نیک آدمی یا ولی یا نبی کے ساتھ صرف جسمانی رشتہ ہونا ہی ان کی زندگی کو بامقصد نہیں بنا سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بنا سکتا ہے بلکہ انسان کا خود اپنا فعل اور عمل ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بناتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے تھے کہ فاطمہ صرف میری بیٹی ہونے کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتی۔ اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی کو اس کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو اور جب یہ کر لو تو تب بھی اللہ تعالیٰ کا خوف رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ میری ان کوششوں کو قبول بھی فرمائے اور اپنے فضل سے انجام بخیر کرے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 343)

مَیں خود بھی اس بات کو جانتا ہوں اور بڑا گہرا ذاتی تعلق بھی مرزا خورشید احمد صاحب سے تھا۔ ان کو اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا اور اسی طرح لوگوں نے بھی مجھے لکھا۔ بہت سے خطوط آئے ہیں کہ انہوں نے عاجزی سے اپنے وقف کو نبھانے اور اپنے کام سرانجام دینے کی کوشش کی۔ کبھی خاندانی تفاخر کا اظہار نہیں کیا۔ گزشتہ سال جلسہ پر یہاں آئے ہوئے تھے تو انجام بخیر ہونے کی فکر کا اظہار مجھ سے بھی کیا اور اس شخص کی مثال دی جو کہ بڑا بزرگ آدمی تھا اور فوت ہوتے ہوئے یہی کہتا رہا کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں اور اسی طرح فوت ہو گیا۔ آخر اس کے مریدوں نے بڑی دعا کی کہ کیا وجہ تھی کیوں کہتا تھا؟ ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔ ایک دن خواب میں مرید نے دیکھا۔ وہی بزرگ نظر آئے۔ ان سے پوچھا کہ آپ وفات کے وقت 'ابھی نہیں۔ ابھی نہیں' کرتے رہے۔ تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب میرا آخری وقت تھا تو شیطان میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا کہ تم میرے ہاتھ سے نکل گئے، بچ گئے۔ تم بڑے نیک کام کرتے رہے۔ اور مَیں یہی کہتا رہا کہ ابھی نہیں۔ جب تک جسم میں سانس ہے کوئی پتا نہیں مَیں کیا حرکت کر دوں۔ تو مَیں مرتے وقت بھی شیطان کو 'ابھی نہیں' کہہ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسی حالت میں جان نکالی اور مَیں اب جنت میں ہوں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 306)

تو یہ طریق ہے ان کا جن کو انجام کی فکر ہوتی ہے۔ بہرحال انہوں نے مجھے یہ مثال دی۔ بڑی فکر تھی۔ وقف کی روح کو سمجھتے تھے اور سمجھتے ہوئے کام کرنے والے بزرگ تھے۔ یہاں کے وقت کے مطابق پرسوں رات کو تقریباً دس بجے ان کی وفات ہوئی۔ 85 سال ان کی عمر تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے ان کے یہ پوتے تھے اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ پوتے ہیں جنہوں نے اپنے والد سے پہلے آپؑ کی بیعت کی تھی۔

12؍ستمبر 1932ء کو لاہور میں پیدا ہوئے تھے اور 21؍اپریل 1945ء کو انہوں نے ساڑھے بارہ سال کی عمر میں وقف زندگی کا فارم پُر کیا جبکہ آپ نویں کلاس میں پڑھتے تھے۔ پھر میٹرک قادیان کے ہائی سکول سے کیا۔ پھر ٹی آئی کالج سے تعلیم حاصل کی اور پھر اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے انگلش کیا۔ 10؍ستمبر 1956ء کو بطور واقف زندگی آپ نے ٹی آئی کالج ربوہ کو جوائن (join) کیا اور 17 سال وہاں شعبہ انگریزی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ بڑی محنت سے لیکچر تیار کرتے تھے۔ میں بھی ان سے پڑھا ہوا ہوں۔ اور بہت سارے شاگردوں نے مجھے لکھا کہ بڑی محنت کر کے آتے تھے اور بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔ اپنے مضمون پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی۔ اس لئے طلباء میں مقبول بھی تھے۔ سٹوڈنٹ ان کو پسند کرتے تھے۔ 1964ء میں انگلش فنیٹک (Phonetic) کورس کے لئے برٹش کونسل کی سکالرشپ پر ایک سال کے لئے انگلستان آئے۔ یہاں لیڈز یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ ان کی جو بعض جماعتی خدمات ہیں وہ پیش کرتا ہوں۔ 1974ء کے ہنگامی حالات میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ معاونت کی یعنی ان کی خدمت کے لئے ہمہ وقت وہیں رہتے تھے۔ دو تین مہینے ان حالات میں قصر خلافت میں ہی رہے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منظوری سے ربوہ میں یتیم اور نادار بچوں کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کے لئے 1962ء کے وسط میں ایک 'دارالاقامۃ النصرت' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس کا نام ''مدّ امداد طلباء'' رکھا۔

اس شعبہ کے 1978ء سے جولائی 1983ء تک آپ نگران رہے۔ اس کے بعد یہ کام نظارت تعلیم کے سپرد ہو گیا تھا۔

30/اپریل 1973ء کو آپ ناظر خدمت درویشاں مقرر ہوئے اور یکم مئی 1976ء سے 1988ء تک آپ نے بطور ایڈیشنل ناظر اعلیٰ خدمات سرانجام دیں۔ مختلف کمیٹیوں کے ممبر کے طور پر بھی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اکتوبر 1988ء سے ستمبر 1991ء تک بطور ناظر امور عامہ خدمات سرانجام دیں۔ اگست 1992ء سے مئی 2003ء تک ناظر امور خارجہ رہے اور اس کے بعد میری خلافت کے دوران میں نے ان کو پھر ناظر اعلیٰ مقرر کیا اور امیر مقامی ربوہ بھی۔ اور بڑے احسن رنگ میں انہوں نے یہ خدمت سرانجام دی۔ تقریباً بارہ تیرہ سال مجلس افتاء کے بھی ممبر رہے۔ بارہ تیرہ سال قضاء بورڈ کے بھی ممبر رہے۔ 1973ء میں ان کو اللہ تعالیٰ نے حج کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ان کا نکاح 26/دسمبر 1955ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پڑھایا تھا۔ اور پانچ چھ مختلف نکاح تھے جو اس وقت پڑھائے اور مرزا خورشید احمد صاحب کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خطبہ میں جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ لڑکا بھی ہمارے خاندان میں سے وقف ہے۔ مرزا عزیز احمد صاحب کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ اپنے اس بچے کو اعلیٰ تعلیم دلائیں۔ چنانچہ ان کا یہ لڑکا ایم اے میں پڑھ رہا ہے۔ ابھی پاس تو نہیں ہوا (یعنی ایم اے مکمل نہیں کیا) مگر انگریزی میں ایم اے کا امتحان دے رہا ہے اور کہتے ہیں کہ انگریزی میں بڑا لائق ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ بعد میں یہ کالج میں پروفیسر کے طور پر کام کرے اور پھر باقیوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ ترجمانی میں بھی کام آئیں گے۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 622 تا 625 خطبہ فرمودہ 26 دسمبر 1955ء)

اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ بیٹوں سے نوازا اور چار بیٹے ان کے واقف زندگی ہیں۔ دو ڈاکٹر ہیں۔ ایک نظارت تعلیم میں نائب ناظر ہیں۔ انہوں نے پی ایچ ڈی کیا ہوا ہے۔ اور اسی طرح ایک مشیر قانونی کے دفتر میں اسسٹنٹ کے طور پہ ہیں انہوں نے لاء (Law) کیا ہوا ہے۔ ذیلی تنظیموں میں بھی مختلف حیثیتوں سے کام کرنے کی توفیق ملی۔ 2000ء سے 2003ء تک صدر انصار اللہ پاکستان بھی رہے۔

ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر مرزا سلطان احمد لکھتے ہیں کہ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ چند سال قبل ان کو دل کی تکلیف شروع ہوئی بلکہ کافی عرصے سے تھی لیکن آہستہ آہستہ بڑھتی رہی۔ زیادہ ہو گئی۔ یہ سفر پہ اوکاڑہ گئے ہوئے تھے وہاں سے ان کا پتا لگا تو ان کے ایک بیٹے ان کو لینے گئے۔ ڈاکٹر نوری بھی ساتھ تھے۔ یہ اُدھر سے آ رہے تھے تو راستے میں ہی ملاقات ہو گئی۔ مرزا خورشید احمد صاحب کہنے لگے کہ سارا راستہ مَیں یہ دعا کرتا رہا کہ مَیں ربوہ پہنچ جاؤں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے قدموں میں جان نکلے۔ یعنی وہ بستی جہاں آپ دفن ہیں اور جو آپ نے آباد کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے عشق و محبت کی یہ کہانی تھی۔ پھر یہی لکھتے ہیں کہ جب یہ بیمار ہوئے تو بیماری میں ایک رات بڑی بے چینی سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ابھی مَیں نے ایک لمبی خواب دیکھی ہے کہ بعض لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر اعتراض کر رہے ہیں اور لوگ اس کا جواب نہیں دے رہے۔ اس وجہ سے آپ بہت پریشان تھے کہ لوگ جواب کیوں نہیں دے رہے اور پھر اسی بے چینی میں دوبارہ سوئے بھی نہیں۔ یہ اکثر کہا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے مخالفین کا بغض بہت زیادہ ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی زیادہ ہے کیونکہ مخالفین کا یہ خیال ہے اور یہ کسی حد تک درست ہے بلکہ کافی حد تک درست ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے نظام جماعت بنایا اور مضبوط کیا ہے۔ اگر آپ نظام جماعت نہ بناتے تو جماعت مخالفین کے خیال میں ختم ہو جاتی۔ گو کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے یہ تو چلنی تھی اور یہ سب کچھ ہونا تھا لیکن بہت سارے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں کہ آپ نے جماعت کو ایک مضبوط اور مربوط نظام دے دیا۔

1974ء میں جیسا کہ میں نے کہا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو ٹیم بنائی تھی اس کا ایک حصہ تھے۔ ان کو وہاں خدمت کی توفیق ملی اور یہ قصر خلافت میں ہی رہتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد شاید مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد ان کو ہفتے کے بعد گھر جانے کی اجازت ملا کرتی تھی کہ سات دن بعد ایک دو گھنٹے کے لئے گھر چلے جاتے تھے۔ بچے بھی ان کو وہیں آ کر ملا کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ ان ایام میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کئی راتیں سوئے نہیں بلکہ بیٹھے بیٹھے ہی آرام کر لیا کرتے تھے اور سارا دن اور ساری رات یا جماعت کے کاموں میں مصروف یا دعاؤں میں مصروف رہتے اور ساتھ ہی یہ لوگ بھی جو ڈیوٹی پر تھے پھر جاگا کرتے تھے۔

ان کے یہ بیٹے ان کی طرف سے ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ 1984ء کے پُرآشوب دَور میں یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی جو ٹیم تھی اس میں بھی شامل تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ بتایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب بھی ہنگامی حالات تھے، بجائے اس میں کسی قسم کا panic ہونے کے غیر معمولی طور پر ریلیکس (Relax) رہا کرتے تھے۔

آپ کو یہ بھی اعزاز رہا کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ہجرت کی ہے تو ربوہ سے کراچی تک آپ بھی اس قافلے میں شامل تھے۔ اسی طرح 2010ء میں جب لاہور میں 28/مئی کا واقعہ ہوا ہے تو اس وقت باوجود بیماری کے ہنگامی حالات میں ایک تو یہ کہ آپ نے بڑی ہمت سے تمام معاملات کو سنبھالا۔ پھر ہر شہید جس کا جنازہ آتا تھا اس کا گرمی کے باوجود خود جنازہ پڑھاتے تھے اور تدفین کے لئے جاتے تھے۔ اسی طرح حفظ مراتب کا ان کو بڑا خیال تھا۔ ان کے بیٹے مرزا عدیل احمد لکھتے ہیں کہ مقامی ربوہ کی رپورٹس جب ہم بھجواتے تو بعض دفعہ یا کسی دن یہ بے احتیاطی ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ صرف (ص) لکھ دیا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ 'علیہ السلام' پورا لکھا گیا۔ اس پر آپ نے خاص طور پر توجہ دلائی کہ حفظ مراتب کا خیال رکھنا چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھا کریں۔ نمازوں کی بہت پابندی کرتے۔ بہت مجبوری کی حالت میں نمازیں جمع کی جاتیں۔ آخری بیماری میں بھی جب ہسپتال میں داخل تھے تو سوائے چند ایک کے ساری نمازیں اپنے وقت پر الگ الگ ادا کیں۔

آخری دنوں میں ناظر اعلیٰ تھے۔ اور ناظر اعلیٰ کی کافی ذمہ داری ہوتی ہے۔ تو وہاں کے جو معاملات ہیں ان کے بارے میں اور جماعتی کیسز کے بارے میں بڑی فکر تھی۔ ہسپتال میں بھی بار بار پوچھتے تھے کہ فلاں فلاں کیس کی کیا تاریخ ہے اور کیا اَپ ڈیٹ ہے۔ اسی طرح جو لوگ اپنی خوشیوں میں، شادیوں کے موقعوں پر بطور ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی بلاتے تھے تو ضرور جاتے تھے کہ اب یہ میرے فرائض میں داخل ہو گیا ہے کیونکہ خلیفۂ وقت کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ اسی طرح وفات وغیرہ پر بھی، غمی کے موقع پہ بھی لوگوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ پھر ضرورتمندوں کو بیماروں کو پوچھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور باوجود بیماری کے وقت پر دفتر آنا اور پورا وقت رہنا، کام کرنا ان کا خاص شیوہ تھا۔ آخری بیماری کے دنوں میں بھی دفتر آئے تو بہت سارے لوگوں کو غیر حاضر پایا تو انہوں نے ایک سرکلر کیا کہ اگر خاکسار وقت پر دفتر آ سکتا ہے تو باقی کیوں نہیں آ سکتے۔ تنظیمی لحاظ سے، انتظامی لحاظ سے بھی جہاں پکڑنا ہوتا تھا سختی کی لیکن پیار سے سمجھانا۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر جو اسلام آباد پاکستان میں ہوئی تھی اور وہاں جنازہ پڑھایا گیا تو انہوں نے جنازہ پڑھایا کیونکہ انجمن کے یہ نمائندہ تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بھی وہاں موجود تھے۔ اِنہوں نے بھی ان کو یہی کہا کہ آپ پڑھائیں۔ آپ بڑے بھی ہیں لیکن خلیفہ رابعؒ نے کہا نہیں۔ اور ان کو ہی کہا کہ کیونکہ آپ انجمن کے نمائندے ہیں اس لئے جنازہ آپ پڑھائیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو غسل دینے کا بھی اعزاز حاصل ہوا۔

مکرم مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ 74ء کے جو حالات تھے ان میں یہ دو تین مہینے وہاں رہے۔ اس کے بعد جب حالات بہتر ہوئے تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان کو کہہ دیا کہ جاؤ گھر چلے جاؤ لیکن بعض کام جو دیا کرتے تھے ان کی روزانہ صبح ناشتے پر آ کر رپورٹ دینی ہے اور یہ روزانہ بلاناغہ احکامات لے کر جاتے تھے اور اگلے دن آ کے پھر اس کی تعمیل کی رپورٹ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے بعد خلافت رابعہ کے انتخاب کے دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو اَلَیْسَ اللّٰہ کی انگوٹھی تھی وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے کہیں misplace ہو گئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو بڑی فکر تھی۔ انہوں نے مکرم مرزا خورشید احمد صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ یہ میرے وفادار ہیں اور ہر خلافت کے وفادار ہیں۔ اس لئے ان کو فرمایا کہ اس طرح یہ گم گئی ہے۔ تلاش کرو۔ اللہ کے فضل سے پھر وہ مل بھی گئی تھی۔ گزشتہ سال ان کی اہلیہ بھی فوت ہوئیں۔ اس کے بعد یہ کافی بیمار بھی ہو گئے۔ دل کی تکلیف پہلے بھی چل رہی تھی تو مَیں نے کہا یہاں جلسے پہ آ جائیں۔ پہلے تو بڑا تھا کہ شاید میں سفر نہ کر سکوں لیکن بہرحال پھر آ گئے اور یہاں آ کے ان کی طبیعت بڑی اچھی ہو گئی۔ بڑے ہشّاش بشّاش رہے اور پھر موسم جیسا بھی ہو روزانہ مجھے رات کو ملنے بھی آیا کرتے تھے اور کبھی انہوں نے موسم کی پرواہ نہیں کی۔ جتنا عرصہ یہاں رہے ہیں مجھے روزانہ باقاعدگی سے رات کو آ کر ملتے تھے۔

مکرمہ فوزیہ شمیم صاحبہ صدر لجنہ لاہور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی بیٹی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ یہ کہتی ہیں کہ ناظر اعلیٰ بننے کے بعد ان کی خوبیاں نمایاں ہو کر سامنے آئیں۔ نہایت عاجز خادم دین تھے۔ میں نے بارہا آپ کو کام سے فون کئے۔ اگر میٹنگ میں ہوتے تو پھر دوبارہ فون کر لیتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ میرے پاس اچانک مریم شادی فنڈ کی درخواست آئی اور فوری مطالبہ ہوا۔ میں فون کرتی اور معذرت کرتی اور مجبوری بتاتی اور اس وقت انتہائی تحمل سے کہتے کہ امیر صاحب سے پیسے لے لو یا خود انتظام کر لو رقم بھجوا دوں گا۔ بڑے ہمدرد تھے۔ کہتی ہیں کہ مَیں نے آپ جیسا ہمدرد کوئی نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ ہمارے ایک گاؤں کی جوان بچی کو ابتلا آ گیا۔ بچی ہاتھوں سے نکل رہی تھی۔ کسی طرح سے مان نہیں رہی تھی۔ میں نے آپ کو یہ کیس بھیجا۔ آپ نے انتہائی ہمدردی اور پیار سے اس کو ہینڈل (Handle) کیا اور ان عام دنوں میں یہ قادیان بھی جا رہے تھے۔ جلسہ کے علاوہ کے دن تھے۔ مجھے بتایا کہ میں نے قادیان جا کر بیت الدعا میں اس بچی کے لئے خاص دعا کی ہے۔ کہتی ہیں کہ الحمدللہ

وہ بچی راہ راست پر آ گئی۔ اس کی شادی بھی ہوگئی اور جب شادی ہوئی تو اس کو بہت خوبصورت زیور کا ایک سیٹ بھجوایا۔ بعد میں بھی پوچھتے رہے۔ بڑے شفیق تھے۔ کہتی ہیں میں نے جب بھی آپ سے مشورہ مانگا بڑا صحیح مشورہ دیا۔ انتہائی دعا گو تھے۔ اب ایسا بزرگ کہاں ملے گا۔ دل اتنا گداز ہے۔ یہ مجھے لکھ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلافت کو نعم البدل عطا کرے اور اللہ تعالیٰ خاندان میں بھی ان کی جگہ لینے والا عطا فرمائے۔

چوہدری حمید اللہ صاحب۔ وکیل اعلیٰ تحریک جدید ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ تعلیم الاسلام کالج جب 1954ء میں لاہور سے ربوہ منتقل ہوا تو جو انگریزی پڑھانے والے غیر احمدی استاد تھے وہ لاہور میں ہی رہ گئے اور ربوہ نہیں آئے۔ اس کے بعد محترم میاں خورشید احمد صاحب نے ہی 1956ء میں انگریزی شعبہ کو نئے سرے سے آرگنائز کیا۔ آپ کی اپنی انگلش بہت اچھی تھی۔ ہمیں یاد ہے کہ آپ کے دور میں کالج میں انگلش کا معیار بہت بہتر ہوا۔ پھر ان کے بارے میں چوہدری حمید اللہ صاحب ہی لکھتے ہیں کہ بہت نرم طبیعت کے مالک تھے۔ عفو و درگذر بہت تھا۔ غرباء کی ذاتی حیثیت سے بھی اور جماعتی عہدیدار کی حیثیت سے بھی بہت پرورش کیا کرتے تھے۔ پھر کہتے ہیں کالج کے زمانہ، جلسہ سالانہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، قادیان کے جلسوں کے انتظامات تمام امور میں میرے ساتھ بہت تعاون کیا۔ لوگوں کی غمی خوشی میں ضرور شریک ہوا کرتے تھے۔ شادی ہو یا وفات ہو ضرور پہنچا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے پرانے کارکن فوت ہو گئے اور میاں صاحب کو پتا نہ لگا جس کا آپ کو بڑا افسوس تھا۔ نظارت علیاء کے کارکن طفیل صاحب کہتے ہیں کہ بیشمار خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کو بیان کرنا تو ممکن نہیں۔ آپ نہایت شفیق اور محبت کرنے والے اور ملنسار، نہایت نرم دل، دکھی اور مشکلات میں مبتلا لوگوں کے ساتھ نہایت درجہ ہمدردی کرنے والے، سادہ طبیعت کے لیکن نہایت پروقار شخصیت کے مالک بہت ہی پیارے وجود تھے۔ خاکسار کو کم و بیش دس سال آپ کی صحبت اور زیر سایہ کام کرنے کا موقع نصیب ہوا اور خاکسار کو یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے کبھی کسی وجہ سے ناراضگی یا غصہ کا اظہار کیا ہو۔ اگر کبھی کوئی غلطی سرزد ہو بھی جاتی تو نہایت شفقت، نرمی اور پیار سے رہنمائی کرتے۔

پھر خواجہ مظفر صاحب مربی جو نظارت علیا میں ہی کام کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ نے طویل صبر آزما بیماری کا نہایت حوصلے اور وقار کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خاکسار کو آپ کے قرب میں رہ کر لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ آپ انتہائی مہربان، باپ سے بڑھ کر شفیق، رحمدل اور خدمت خلق کے انتہائی مقام پر فائز تھے۔ متعدد بار خاکسار کو تجربہ ہوا کہ جب کوئی ضرورتمند عورت یا مرد آتا آپ سے ملاقات کروائی جاتی۔ آپ راشن چارپائی، ٹی وی، بستر یا مالی امداد کی منظوری دیتے۔ لیکن بعض اوقات کسی ضرورت مند کے جانے کے بعد مجھے روک کر ہدایت کرتے کہ ان کے گھر جا کر ان کے بارے میں معلوم کرو پھر مجھے بتاؤ۔ اور یہ مربی صاحب کہتے ہیں کہ دوسرے روز جب میں رپورٹ دیتا تو کہتے کہ دل کہتا تھا کہ یہ زیادہ ضرورت مند ہیں اور اتنی اس کی مدد نہیں کی گئی ہے۔ تو صرف یہی نہیں کہ مطالبہ پر بلکہ اپنے طور پر بھی تحقیق کرواتے تھے تا کہ جائز مدد کی جاسکے۔ یہ لکھتے ہیں انتہائی محسن، متحمّل مزاج، چہرے پر تبسّم، عاجز، چشم پوشی اور درگذر کرنے والے تھے۔ کسی شکایت کنندہ کے شکوہ یا کسی کے حسب منشاء خواہش کی تکمیل نہ ہونے پر ہمیشہ پیار سے توجہ دلاتے۔ دیر تک بڑے تحمّل سے بات سنتے اور یہ تحمّل سے بات سننا ہر جماعتی عہدیدار کا فرض ہے۔ اگر تحمّل سے لوگوں کی باتیں سنی جائیں تو بہت سے مسائل بلکہ شکوے دور ہو جاتے ہیں۔ مربی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ دفتر میں ایک شخص نے کھڑے کھڑے اپنی بات پیش کی اور بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے غصہ میں پیش کردہ درخواست پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ آپ خاموش رہے۔ غالباً اس شخص کے لئے دعا کرتے رہے۔ کہتے ہیں میں پاس ہی کھڑا تھا۔ مجھے اس شخص کی یہ بے ادبی بری لگی تو کچھ عرض کرنے لگا۔ لیکن آپ نے کہا کہ کوئی بات نہیں جانے دیں۔ اسے کچھ نہیں کہنا۔ ہر ایک کا اپنا اپنا طریق ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا تحمل، بردباری اور وسعت حوصلہ دیکھ کر رشک آتا تھا کہ کمزور ہونے کے باوجود یعنی بیماری کی وجہ سے کمزور ہونے کے باوجود اتنے مضبوط قویٰ کے مالک تھے۔ پھر ان کا حافظہ بھی بڑا قابل تعریف تھا۔ قابل رشک تھا اور یادداشت کمال کی تھی۔ کہتے ہیں سوچ مدبّرانہ تھی۔ کہتے ہیں سینکڑوں خطوط اور رپورٹس روزانہ مشاہدہ کرتے لیکن بار بار ایسا ہوا کہ کوئی معاملہ کئی مہینے قبل فائل ہو چکا ہوتا اور کئی مہینوں کے بعد درخواست کنندہ دعا یا مزید کارروائی کے لئے پوچھتا تو کارکن تو وہ کمپیوٹر سے تلاش کر رہے ہوتے تھے اور اِن کو یاد ہوتا تھا کہ کیا کارروائی ہوئی ہے یا کیا ہدایت دی گئی ہے اور کتنے کاغذات تھے، کہاں ہوں گے۔ گویا اپنے دفتر کی جو فائلیں تھیں وہ تک بھی ان کو یاد رہتی تھیں اور اپنے معاملات میں پوری دسترس تھی۔

ناظم قضاء راشد جاوید صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک معاملہ میں خاوند جو ہر حالت میں صلح چاہتا تھا اور تقریباً تمام معاملات حل ہو گئے لیکن بیوی کی طرف سے ڈیمانڈ تھی کہ یہ رقم واپس کرے جو میرے سے لی ہے۔ لیکن خاوند کے مالی حالات نہایت کمزور تھے۔ ناظم قضاء کہتے ہیں کہ میں نے زبانی جا کر میاں صاحب سے درخواست کی کہ کچھ آپ دے دیں کچھ مَیں کہیں سے کروا دیتا ہوں۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ بڑے ہیں سارے ہی آپ دے دیں، اس پر ہنس کر کہنے لگے کہ اگر اس طرح اس کی صلح ہوتی ہے تو لکھ کر بھیج دو۔ چنانچہ وہ رقم ادا کر دی اور چند منٹ میں ان کی صلح کا معاملہ طے ہو گیا۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کے مربی ربّانی صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاکسار کی بہنیں ایک دفعہ ربوہ آئیں ان کو جلد کی بیماری تھی۔ انہوں نے صفائی کے خیال سے نئے دارالضیافت میں قیام کی اجازت چاہی۔ انتظامیہ کے بعض قوانین کی وجہ سے میری بہنوں کو کہا گیا کہ استثنائی اجازت ناظر اعلیٰ سے مل سکتی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم نہایت سہمی ہوئی کہ جماعت کے بڑے عہدے پر فائز انتہائی مصروف شخصیت اتنے بڑے شخص سے کس طرح ملیں؟ ہمیں وقت بھی دیں گے یا نہیں؟ لیکن بہرحال ہم گئے۔ انہوں نے ہمیں دفتر بلایا شفیق باپ کی طرح بیٹیوں کی طرح ہمیں ٹریٹ (treat) کیا اور فوراً ہماری تکلیف بھی دُور کر دی۔ اجازت بھی دے دی۔ اور کہتی ہیں اس وجہ سے ہمارا بھی نظام جماعت پر اعتماد زیادہ قائم ہوا اور ہمارے ایمان میں بھی اضافہ ہوا۔

امیر ضلع خوشاب منور مجوکہ صاحب لکھتے ہیں کہ ایک اعلیٰ منتظم، انتہائی شریف النفس، نافع الناس وجود تھے۔ فرائض کی ادائیگی میں انتہائی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی بیحد خیال رکھتے تھے۔ غریب پروری اور انتہائی باریک بینی سے فرائض کی ادائیگی سے متعلق کہتے ہیں کہ مَیں ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرتا ہوں جو میرے ذہن پر ان کی عظیم شخصیت کے اَن مٹ نقوش چھوڑ گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ غالباً 2015ء کے اوائل کی بات ہے میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ دو غریب خواتین جن کا ضلع خوشاب سے ہی تعلق تھا میرے پاس آئیں اور کہا کہ ہمیں میاں صاحب نے، ناظر اعلیٰ صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ہماری امداد کی درخواست پر امیر ضلع کی سفارش اور دستخط کر دیں۔ کہتے ہیں میں نے ان خواتین سے جب ان کی بات سنی، انٹرویو لیا تو یہ فیصلہ کیا کہ ان کی امداد ہم ضلعی سطح پر کر دیں گے بجائے اس کے کہ مرکز کو بھیجا جائے اور ان دونوں کو اپنے ضلع کے سیکرٹری امور عامہ کے پاس بھجوا دیا اور ان کی امداد بھی ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ دوسرے دن خاکسار اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ میاں صاحب کا براہ راست فون آ گیا اور مجھ سے استفسار کیا کہ کل آپ کے پاس آپ کے ضلع کی دو غریب عورتیں دستخط اور سفارش کے لئے بھجوائی تھیں وہ آج دوسرے دن بھی میرے پاس امداد لینے واپس نہیں آئیں اور مجھے بے چینی ہے کہ آپ نے انہیں واپس نہ بھجوا دیا ہو۔ لہٰذا ان کی سفارش کر کے میرے پاس بھجوائیں تا کہ ان کی امداد بروقت ہو سکے۔ کہتے ہیں اس پر میں نے عرض کیا کہ چونکہ ہم نے ضلعی سطح پر ان کی امداد کر دی تھی لہٰذا آپ کے پاس دوبارہ نہ بھجوایا۔ امیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس چھوٹے سے واقعہ سے آپ کی غریب پروری اور خدمت خلق اور چھوٹے چھوٹے امور کا خیال رکھنا آپ کی بڑی شخصیت کے لئے ایک معمولی سا خراج تحسین ہے۔

یہ احساس ہے جو ہمارے ہر عہدیدار میں پیدا ہونا چاہئے کہ کس طرح کام کرنا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ کام کے لئے بھیج دیا بلکہ جو بھی درخواست آتی ہے وہ درخواست دینے والا خود تو اس کو فالواَپ (follow up) کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن عہدیداروں کو بھی جب تک اس پر عمل درآمد نہ ہو جائے اور شکایت دور نہ ہو جائے یا جو معاملہ ہے وہ طے نہ ہو جائے اس وقت تک اس معاملے کو دیکھنا چاہئے اور کوشش کر کے حل کرنا چاہئے بجائے اس کے کہ سر سے ٹالا جائے۔ اگر ہر عہدیدار میں یہ عادت پیدا ہو جائے جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا تو ہمارے بہت سے مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔

حافظ مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ مَیں گواہ ہوں کہ حضرت میاں صاحب نے خلافت سے محبت اور وفا کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے سپرد امانتوں کے حق ایسے ادا کر کے دکھائے کہ زندگی کے آخری سانس تک خلیفۃ المسیح کی اطاعت اور عہدِ وقف میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری میں پوری عمر صرف کر دی۔ ہرچند کہ آپ کے پاس جماعت کا بڑا عہدہ تھا مگر نہایت منکسر المزاج، اخلاق فاضلہ سے متصف اور بااصول نگران تھے۔

اسی طرح حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ باجماعت نماز کی ادائیگی کے اہتمام میں آپ ایک خوبصورت نمونہ تھے۔ جب صدر انصار اللہ بنے تو ہر میٹنگ میں بار بار نماز باجماعت اور قیام نماز کی طرف توجہ دلاتے تھے بلکہ خود ہی کہتے تھے کہ تم لوگ کہو گے کہ صرف ایک ہی بات پر اس کی سوئی اَٹکی رہتی ہے۔ لیکن مَیں کیا کروں جب تک اس ذمہ داری کا حق ادا نہیں ہوتا میرا فرض ہے کہ مَیں یاددہانی کرواتا رہوں۔ اور عہدیداروں کو بھی چاہئے مَیں نے دیکھا ہے بعض عہدیدار بھی باجماعت نماز تو علیحدہ رہی بعض دفعہ نمازیں بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

اسی طرح گرمی ہو یا سردی مقررہ اوقات پر دفتر سے واپس جانا عمر بھر آپ کا معمول رہا۔ باقاعدگی سے پابندی سے وقت پر آتے اور ہمارے لئے مثال تھے۔

ان کے ایک کارکن نظارت علیا کے کلرک محمد انور صاحب ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آپ کی شفقتوں عنایتوں اور محبتوں کو بھلانا بہت مشکل ہے۔ کہتے ہیں باوجود بزرگی اور بیماری کے وقت پر دفتر تشریف لاتے اور دفتر کے کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ اپنے نفس پر خدمت دین کو ترجیح دیتے رہے۔ اپنی وفات سے قبل آخری دن یکم جنوری کو تشریف لائے تو سانس کی تکلیف زیادہ تھی۔ سانس لینے

میں بہت دشواری نظر آرہی تھی لیکن بہت ہی ضبط سے اس تکلیف کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کہتے ہیں انہوں نے مجھے کہا کہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے جلدی گھر چلا جاؤں گا۔ پورا وقت دفتر بیٹھ نہیں سکوں گا لیکن جلدی گھر جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے کام نہیں کرنا۔ اس لئے اس کلرک کو کہا کہ جو بھی دستخط ہونے والی ڈاک ہے وہ جلدی لے آؤ۔ تو یہ کارکن کہتے ہیں کہ حسب ہدایت مَیں نے جلدی ڈاک پیش کر دی۔ کچھ وصیت کی فائلیں دستخط کرواکے عرض کیا کہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو باقی بعد میں دستخط کروالیں گے۔ لیکن آپ نے کہا کہ نہیں ساری فائلیں دستخط کروالو۔ کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ضروری ہدایات دے کر اور بعض ناظران اور افسران کو کال کر گئے اور اس طرح آپ اپنے عمل سے ہمیں سمجھا گئے کہ خدمت دین کس طرح کی جاتی ہے اور وقف کی رُوح کیا ہے۔

پھر ایک مربی سلسلہ ملک محمد افضال صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ چہرہ جھکائے مسجد میں بیٹھنا۔ رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں باقاعدگی سے بعد نماز عصر مسجد مبارک میں درس قرآن کریم میں غرق ہونا۔ اگر کوئی صاحب ان کے پاس اپنا مسئلہ پیش کرتا تو اس کے مسئلہ کو خوشی اور تسلّی سے سننا اور اس کے مسئلہ کا حل بتانا یہ تمام مشاہدات ہیں جو ربوہ کا ہر باسی روز مشاہدہ کرتا تھا۔ کہتے ہیں جامعہ کی پڑھائی کے دوران ایک دفعہ مَیں بہت ہی پریشانی کے عالم میں تھا اور معاملہ میری سمجھ سے باہر تھا۔ دعا ہی آخری حل تھا۔ کہتے ہیں میں مکرم مرزا خورشید احمد صاحب کی خدمت میں ان کے دفتر گیا۔ باوجود بے انتہا مصروفیات کے انہوں نے مجھے اپنے کمرے میں بلا لیا اور جب میں نے سب معاملہ سامنے رکھا تو میرا مقصد تو صرف دعا کا تھا لیکن انہوں نے تمام پریشانی کو سنا اور پھر خود ہی سوالات بھی پوچھے۔ اور کہتے ہیں دفتر آنے سے پہلے میرے تو ذہن میں بھی نہیں تھا کہ میں اتنا زیادہ وقت لوں گا۔ لیکن آپ نے کمال حد تک شفقت کا مظاہرہ کیا اور بہت سا وقت مجھے دیا۔ اس کے بعد جب ان کے دفتر سے میں باہر نکلا ہوں تو دل پر گزرنے والے بوجھ کو بہت ہلکا محسوس کیا اور دل میں ایک نئی آس لے کر اس کمرے سے باہر نکلا۔ تو دوسروں کی جو تسلّی کروانا ہے یہ ہر عہدیدار کا فرض ہونا چاہئے۔ یہ لکھتے ہیں کہ نرم خُو اور مجسّم شفیق فرشتہ انسان تھے۔ کہتے ہیں ایک دوست نے مجھے بتایا کہ جب مَیں ٹین ایجر (Teenager) تھا تو پہلی بار موٹر بائیک (Motorbike) سیکھ رہا تھا۔ میاں خورشید احمد صاحب امیر مقامی کے گھر کے باہر باڑ میں جا کر ٹکرایا۔ اس وقت اتفاق سے آپ خود اس باڑ کے پودوں کو باہر سڑک پہ پانی لگا رہے تھے تو مَیں گھبرا یا ہوا تھا اور شرمندگی مجھے الگ تھی۔ ایک تو غلطی، اوپر سے Under Age ڈرائیونگ۔ پھر گرا بھی تو ان کے سامنے۔ کوئی بھی اور شخص ہوتا تو شاید بہت ڈانٹتا کیونکہ باغیچہ کا نقصان بھی ہوا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت میں اس قدر شفقت اور نرمی تھی کہ آپ نے لپک کر مجھے اٹھنے میں مدد دی۔ پھر پوچھا کہ بیٹا کہیں زیادہ چوٹ وغیرہ تو نہیں آئی۔ پھر مجھے شفقت سے سمجھایا کہ اپنی زندگی کی قدر کرو۔

اسی طرح مربیان اور واقفین زندگی کے ساتھ بہت پیار اور محبت کا سلوک تھا۔ علم وسیع ہونے کے باوجود بڑی عاجزی اور نرمی تھی۔ اپنی کم علمی کا اظہار فرماتے تھے۔ جامعہ احمدیہ کے درجہ شاہد کی جب پہلی convocation ہوئی تو اس موقع پر مَیں نے ان کو نمائندہ مقرر کیا تو کہتے ہیں کہ اپنے خطاب میں انہوں نے convocation میں جامعہ کے لڑکوں کو کہا کہ مَیں تو ساری عمر مربی صاحبان اور علماء صاحبان کے ارشادات سننے کا عادی ہوں۔ ان کے سامنے میں کس طرح زبان کھول سکتا ہوں۔ لیکن پھر نصیحت فرمائی اور بہت ساری باتوں کے علاوہ ان کو کہا کہ خاکسار اتنا ہی عرض کرے گا کہ نہایت ضروری اور اشد ضروری اور سب سے ضروری امر ہے کہ جو ارشادات خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں ان کو سنا جائے، ان پر غور کیا جائے۔ ان پر جہاں تک ہمارے لئے، جماعت کے عہدیداروں کے لئے اور آپ لوگوں کے لئے جو آپ مربی بن کر جا رہے ہیں ممکن ہے اور عمل کر سکتے ہیں تو عمل کریں۔ ہم سب لوگ ان ہدایات کو حرزِ جاں بنائیں۔ ان پر عمل کرنے کی پوری طرح کوشش کریں اور یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر بدوملہی کے مربی سلسلہ مسعود صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ میاں صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ ہر ملاقات محبت اور شفقت کے جذبات کا سمندر رکھتی ہے۔ آپ ہر دلعزیز محبت کرنے والے نہایت شفیق مرقع اخلاق تھے۔ عاجزی کے مجسم پیکر تھے۔ دفتر میں ملاقات میں آنے والے ہر شخص سے کرسی سے اٹھ کر سلام کرتے اور مصافحہ کا شرف بخشتے خواہ وہ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ جو بھی ملاقات کے لئے آتا آپ اپنے ضروری کام چھوڑ کر بھی بڑی توجہ اور دلچسپی سے ہمہ تن گوش ہو کر ان کی بات سنتے اور ان میں گھل مل جاتے۔ اس لئے ہر ایک آپ کے پاس فریاد لے کر آتا۔ یہ ہر ایک نے اسی طرح لکھا ہے۔ آپ کے دفتر میں غریب امیر، عہدیدار یا عام احمدی ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک ہوتا تھا۔ ہر ایک کی بات پر ایسے فوری ردّعمل دکھاتے کہ جیسے یہ شخص بہت اہم ہے۔

ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ آپ لوگوں کے احساسات اور ضروریات اور جذبات کا دوسروں سے بڑھ کر خیال رکھتے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک مریض کو انجیو پلاسٹی کے لئے آدھی قیمت کی رعایت کی گئی۔ بعد میں جب اس نے آپ سے، ناظر اعلیٰ سے، رابطہ کیا تو ساری قیمت ہی معاف کر دی اور ڈاکٹر نوری صاحب کہتے ہیں کہ مجھے کہا کرتے تھے کہ خلیفہ وقت نے مجھے ہدایت دی ہے کہ کوشش کریں کہ تمام مستحق مریضوں کی مدد کیا کریں۔ اس لئے اس کو نبھانا ہمارا فرض ہے۔ اور پھر کہتے ہیں جب ہسپتال میں زیر علاج تھے تو نرسوں کے لئے اور جو انڈر ٹریننگ نرسیں ہیں۔ نرسیں وغیرہ جو ٹریننگ لے رہی ہیں یا مر د لے رہے ہیں۔ ان کے لئے انہوں نے مجھے کہا کہ میرے بیٹے سے اس کے پیسے لے لیں اور ان سب کو میری طرف سے سویٹ تحفہ خرید کر دیں۔ دوسروں کی محنت کو بڑا سراہتے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں ایک دن مجھے انہوں نے لکھا کہ بعض احساس اور جذبات اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ ان کا منہ درمنہ اظہار کرنا (آمنے سامنے اظہار کرنا) ناممکن سا ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کچھ یہی کیفیت میری بھی تم لوگوں سے یعنی ہسپتال سے رخصت ہوتے وقت تھی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

پھر کہتے ہیں خلافت سے ان کو بڑا والہانہ پیار اور محبت تھی۔ طاہر ہارٹ کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں ایک مرتبہ مجھے کہا کہ نوری! طاہر ہارٹ تو خلیفۂ وقت کا ایک بچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خلیفۂ وقت کی اس خواہش کو پورا کرے اور یہ ادارہ حقیقی معنوں میں دارالشفاء کا نمونہ بنے اور پھر انہوں نے نوری صاحب کو کہا کہ مَیں تو روزانہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خلیفۂ وقت کی تمام خواہشات اس کے حق میں پوری کرے۔ کہتے ہیں بیماری کے دنوں میں جب میں رپورٹ لکھ کے دیتا تھا۔ نوری صاحب ان کی رپورٹ روزانہ مجھے بھجواتے تھے۔ تو کہتے ہیں ایک دن میرا ہاتھ پکڑ کر بڑے جذباتی ہو کر کہنے لگے کہ کیا ہمارے پاس حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بیماری اور تکلیف کے علاوہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔

اسی طرح کے اور بھی بہت سارے لوگوں کے خطوط ہیں۔ آپ کے اوصاف بیان کئے ہیں اور عاجزی اور ہمدردی کے بارے میں تو ہر ایک نے لکھا ہے۔ خلافت سے جو تعلق اور محبت تھی اس کا اظہار آپ نے ایک دفعہ میری اہلیہ کے سامنے اس طرح کیا کہ جب میری اہلیہ نے انہیں کہا کہ خلیفہ وقت کے لئے تو آپ دعائیں کرتے ہوں گے میرے لئے اور بچوں کے لئے بھی دعا کریں۔ تو کہنے لگے کہ خلیفہ وقت کے لئے مخصوص سجدوں میں مَیں ان کے بیوی بچوں کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ اور اس وقت جب یہ کہہ رہے تھے تو ان کی بڑی جذباتی کیفیت تھی۔ امیر اور بالا افسر کی اطاعت کا معیار بھی ان کا بہت بلند تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی بیماری کے دنوں میں، سن 2000ء کی بات ہے، مَیں اور مکرم مرزا خورشید احمد صاحب یہاں لندن آئے ہوئے تھے۔ میں ان دنوں میں ناظر اعلیٰ تھا۔ کسی بات پر میرا اور ان کا تھوڑا سا اختلاف ہوا جس پر انہوں نے ذرا سختی سے میری بات کو رڈ کیا۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی۔ مَیں ان سے چند دن پہلے لندن سے واپس ربوہ چلا گیا اور یہ چند دن بعد آئے اور میرے دفتر میں آئے اور آ کر بڑے سنجیدہ بیٹھے تھے۔ پھر کہنے لگے کہ مَیں معذرت کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میرے سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ مَیں نے کہا کون سی غلطی مجھے تو یاد نہیں۔ کہنے لگے کہ لندن میں مَیں نے جو اختلاف کیا تھا اس میں میری آواز میں تھوڑا سا غصّہ شامل ہو گیا تھا اور یہ جو بات ہے امیر کے احترام کے خلاف ہے اس لئے مَیں معافی چاہتا ہوں اور معذرت چاہتا ہوں۔ باوجود میرے کہنے کے کہ کوئی بات نہیں ہے۔ معذرت ہی کرتے رہے۔ تو یہ ان کی عاجزی تھی اور امیر کا احترام تھا۔ پھر اصلاح کے پہلو جو ہیں ان کو بھی اپنے گھر سے شروع کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ دوسروں کی اصلاح کی اور اپنے بچوں کو نہیں دیکھنا۔ چند سال ہوئے مَیں نے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کو ایک خط لکھا جس میں انہیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ بعض شکایات جو مجھ تک پہنچی تھیں ان کے بارے میں ان کو دور کرنے کی عمومی نصیحت کی۔ یہ خط میں نے جب پاکستان بھیجا تو پاکستان میں ان کو کہا کہ جو افراد خاندان وہاں ہیں انہیں جمع کر کے میرا یہ خط پڑھا دیں۔ جب یہ خط انہوں نے افراد خاندان کے سامنے پڑھا تو بڑے جذباتی انداز میں یہ بھی فرمایا کہ میں واضح کر دوں کہ میری اولاد بھی ان چیزوں سے پاک نہیں ہے جن کی نشاندہی کی گئی ہے اور مَیں ان کو بھی اور ان کی اولادوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ کمزوریاں ہمیں دور کرنی چاہئیں اور خلیفۂ وقت جو ہم سے توقع رکھتے ہیں اس پر پورا اترنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

تو یہ ان کی سچائی اور تقویٰ کے معیار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کی نیکیوں کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اور خلافت احمدیہ کو باوفا مخلص اور تقویٰ پر چلنے والے معاون و مددگار عطا فرمائے۔

مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ انہوں نے ان کے بارے میں جو مجھے لکھا اس میں وہ لکھتے ہیں کہ بھائی خورشید تمام عمر خلافت کے قدموں میں بیٹھ کر آخری وقت تک سلسلہ کی خدمت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور بیشمار فضلوں اور رحمتوں کے سائے میں رکھے۔ انہوں نے تو اپنا حق پورا کر دیا۔ یہ انہوں نے بالکل صحیح لکھا ہے۔ یقیناً انہوں نے اپنا حق پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے حق پورے کرنے اور نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد مَیں ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا انشاء اللہ۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اور آپ کے آریہ مخالفین

(منظور احمد۔ ایم ایس سی، پی ایچ ڈی۔ کراچی)

قسط نمبر 2

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور آریہ سماجی لیڈر پنڈت لیکھرام پشاوری کے مابین روحانی مقابلہ

پس منظر

انیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں آریہ تحریک کی بنیاد پڑی اور ہندوؤں میں اس قدر تیزی سے مقبول ہوئی کہ جلد ہی سارے ہندوستان میں مستحکم ہوگئی۔ آریہ سماج کا مرکزی فلسفہ ہی اسلام اور بانئ اسلام پر بے سروپا اعتراضات، غلیظ اور اہانت آمیز الزامات کا ملغوبہ تھا۔ اس زمانے میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کی موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔ برہمو سماج اور عیسائی مشنریوں کا سارا زور بھی اسلام کے خلاف صَرف ہو رہا تھا۔ اس وقت کے حالات کا تذکرہ تقریباً 90 سال بعد مولوی سیّد ابوالحسن صاحب ندوی ناظم دارالعلوم ندوہ نے ان الفاظ میں کیا۔

’’عیسائی پادری مذہب مسیحیت کی تبلیغ و دعوت اور دین اسلام کی تردید میں سرگرم تھے۔۔۔ دوسری طرف آریہ سماجی مبلغ جوش وخروش سے اسلام کی تردید کر رہے تھے۔‘‘ (مولوی سیّد ابوالحسن ندوی۔ 1966ء۔ قادیانیت طبع دوم لاہور صفحہ 17,45)

’’مسلمانوں پر یاس و ناامیدی اور حالات و ماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔۔۔ عوام کی بڑی تعداد کسی مردِ غیب کے ظہور اور کسی ملہم اور کسی مؤیّد من اللہ کی آمد کی منتظر تھی۔ کہیں کہیں یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا تھا کہ تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا ظہور ضروری ہے۔‘‘ (مولوی سیّد ابوالحسن ندوی۔ 1966ء۔ قادیانیت طبع دوم لاہور صفحہ 17,45)

اسلام کے خلاف عیسائیوں اور آریوں کے ظالمانہ حملے حضرت مرزا صاحب کی آنکھوں کے سامنے ہو رہے تھے۔ آپ نے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر لکھا کہ

’’اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربّانی پر حملے ہوئے اور جس طرح سے ارتداد و الحاد کا دروازہ کُھلا کیا اُس کی نظیر کسی دوسرے زمانے میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصے میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے۔ یہاں تک کہ وہ جو آلِ رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمنِ رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سُننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دِل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی و دِلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلّت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر دل کبھی نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کی کی گئی دُکھا‘‘۔ (مرزا غلام احمد قادیانی۔ 1893ء۔ آئینہ کمالات اسلام۔ مطبع ریاض ہند امرتسر صفحات 30-29)

اسلام پر اس پُرآشوب دور میں جب قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے اور بقول مولوی ابوالحسن ندوی عوام پر یاس و نومیدی کا غلبہ تھا اور وہ کسی ملہم اور مؤیّد من اللہ کے منتظر تھے۔ وہ اسلام کا شیدائی دشمنان اسلام کے مقابلے کے لئے میدان میں آ گیا جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ مرزا صاحب نے اسلام کی صداقت کے ثبوت میں لٹریچر شائع کرنے اور عوام وخواص پر اسلام کی خوبیوں کو واضح کرنے کا ایک زبردست سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے اشاعت لٹریچر کی ابتداء اپنی کتاب براہین احمدیہ سے کی جس کی یکے بعد دیگرے جلدیں شائع کی گئیں اور 1880ء سے شروع ہو کر 1908ء میں ختم ہوئیں۔ یہ کتاب کیا تھی کس اہمیت کی حامل تھی اس کی کس قدر پذیرائی ہوئی اس پر چند تبصرے ہم اس کتاب کے پہلے باب میں درج کر آئے ہیں یہاں اس کو دہرانا مقصود نہیں صرف مرزا صاحب اور پنڈت لیکھرام صاحب کے مابین روحانی مقابلے کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے مولوی سیّد ابوالحسن ندوی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے جو براہین احمدیہ کی تصنیف کے 86 سال بعد لکھا گیا۔

’’براہین احمدیہ کی تصنیف 1879ء سے شروع ہوتی ہے‘‘۔ (مولوی سیّد ابوالحسن ندوی۔ 1966ء۔ قادیانیت طبع دوم لاہور صفحہ 46)

’’کتاب کا مرکزی مضمون اور جوہر یہ ہے۔ کہ الہام کا سلسلہ نہ منقطع ہوا ہے اور نہ اس کو منقطع ہونا چاہئے یہی الہام دعویٰ کی صحت اور مذہب اور عقیدے کی صداقت کی سب سے زیادہ طاقتور دلیل ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل کرے گا اس کو علم ظاہر و علم باطن سے سرفراز کیا جائے گا جو انبیا علیہ السلام کو اصالتاً عطا ہوا تھا اور اس کو علم یقینی اور قطعی حاصل ہوگا۔‘‘ (مولوی سیّد ابوالحسن ندوی۔ 1966ء۔ قادیانیت طبع دوم لاہور صفحہ 53)

’’ہندوستان کے بہت سے علمی اور دینی حلقوں میں اس کتاب کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی۔۔۔ اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا اک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کی بجائے حملہ آور انداز میں لکھی گئی تھی۔‘‘ (مولوی سیّد ابوالحسن ندوی۔ قادیانیت۔ طبع دوم۔ لاہور صفحہ 59)

’’براہین احمدیہ کی اشاعت نے ملک کے مذہبی حلقہ میں ایک غیر معمولی تموج پیدا کر دیا۔ مسلمانوں نے عام طور پر مصنف براہین احمدیہ کا ایک مجدد ذی شان کے طور پر خیر مقدم کیا اور مخالفین اسلام کے کیمپ میں بھی اس گولہ باری سے ایک ہلچل مچ گئی۔‘‘ (مولوی سیّد ابوالحسن ندوی۔ قادیانیت۔ طبع دوم۔ لاہور صفحہ 61)

حضرت مرزا صاحب کی طرف سے انعامی چیلنج

پہلا چیلنج

حضرت مرزا صاحب نے اپنی تصنیف براہین احمدیہ (1880ء) میں نہ صرف اسلام کی صداقت کے زبردست دلائل پیش کر کے اسلامیان ہند کے سر فخر سے بلند کر دیئے تھے بلکہ ساتھ ہی آپ نے ایک انعامی اشتہار، انگریزی اور اردو میں شائع کر کے ہندوستان کے سلاطین وزراء، پادری صاحبان اور پنڈتوں کے پاس بھیجا اور ان سب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر وہ اس کتاب میں پیش کردہ اسلام کی صداقت کے دلائل کے مقابلے میں اسی تعداد یا اس سے کم اپنے مذہب کی صداقت میں پیش کریں گے تو وہ یعنی مرزا صاحب اپنی دس ہزار روپے کی مالیتی جائداد بلاعذر اس کے حوالے کر دیں گے۔ اس چیلنج کی مختصر روداد پہلے باب میں آ چکی ہے۔

دوسرا چیلنج

جب پہلے چیلنج کے جواب میں کوئی مقابلے پہ نہ آیا تو مرزا صاحب نے 1885ء میں ایک اور انعامی چیلنج اشتہار کی شکل میں شائع کرایا اور اسے مختلف مذاہب کی سرکردہ شخصیات کو روانہ کیا۔ اس میں مرزا صاحب نے لکھا کہ

’’دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجاب اللہ محفوظ اور قابل عمل ہے صرف قرآن ہے۔۔۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا اِن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب حق بن کر قادیان میں تشریف لائیں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کریں لیکن اس شرط نیت سے (جو طالب حق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔۔۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے‘‘۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 21-20)

پنڈت لیکھرام کی مقابلے پر آمادگی

جب اخبارات میں مرزا صاحب کا دوسرا انعامی چیلنج چھپا اور ایک سال تک دوسو روپے ماہوار کی ادائیگی کا چرچا ہوا تو پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری صدر آریہ سماج پشاور مرزا صاحب کے مقابلے کے لئے قادیان جا پہنچے۔ پنڈت صاحب برہمن ذات کے ہندو تھے۔ ان کے والد کا نام تارا سنگھ تھا۔ آپ 1856ء میں بمقام سیّد پور تحصیل چکوال ضلع جہلم پنجاب (حال پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ 1876ء سے 1884ء تک پنڈت صاحب نے محکمہ پولیس صوبہ سرحد میں ملازمت کی۔ سارجنٹ نقشہ نویس کے عہدے سے استعفیٰ دے کر پنڈت صاحب آریہ سماج پشاور کے صدر بن گئے۔

ابتدا میں حضرت مرزا صاحب نے پنڈت لیکھرام صاحب کو نظر انداز کیا۔ آپ کا اصرار تھا کہ

’’ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے۔‘‘ (پنڈت لیکھرام 1885ء۔ کلّیات آریہ مسافر صفحہ 411)

’’تم کسی قوم کے مقتدا اور پیشوا نہیں کہ جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر مؤثر ہو سکتا ہو۔‘‘ (پنڈت لیکھرام 1885ء۔ کلّیات آریہ مسافر صفحہ 408)

پنڈت صاحب کے مسلسل اصرار پر مرزا صاحب نے اس روحانی مقابلے کو اس شرط کے ساتھ مشروط کر دیا کہ پنڈت لیکھرام صاحب آریہ سماج قادیان، لاہور، پشاور، امرتسر اور لدھیانہ کی حلفی تصدیق پیش کرے کہ وہ پنڈت صاحب کو اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ ایسی کوئی تصدیق پیش نہ کر سکا۔ لیکن اپنے قادیان میں قیام کے دوران مرزا صاحب سے مسلسل خط و کتابت کے ذریعے بحث و تکرار کرتا رہا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا مذاق اڑاتا رہا یہاں تک کہ وہ 11 دسمبر 1885ء کو قادیان سے روانہ ہو گیا اور جاتے وقت مرزا صاحب کو ایک خط میں لکھا کہ

’’اچھا آسمانی نشان تو دکھاویں۔ اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو‘‘۔ (پنڈت لیکھرام 1885ء بحوالہ استفتاء صفحہ 7)

پنڈت صاحب کی طرف سے دعوت مباہلہ

اس دوران پنڈت صاحب اپنی تصانیف کلیات آریہ مسافر اور تکذیب براہین کی وجہ سے اچھی خاصی شہرت پا چکے تھے اور اسلام کی تضحیک اور استہزا میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ گویا سچے دل سے یقین رکھتے تھے کہ اسلام نعوذُ باللہ ایک جھوٹا مذہب ہے اور مرزا غلام احمد کا چیلنج بے قدر و قیمت ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں دیتا اور قرآن کا مذاق اُڑاتا۔ اُس کی تصنیف کلیات آریہ مسافر میں اس قسم کی تحریروں کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔ ان ساری کارروائیوں اور مرزا غلام احمد صاحب سے مقابلے کے اعلان سے پنڈت لیکھرام آریہ سماج کے لیڈر بن گئے تھے اور بالآخر پنڈت لیکھرام صاحب نے اپنی کتاب خبطِ احمدیہ میں مرزا صاحب کو مندرجہ ذیل الفاظ میں براہِ راست دعوت مباہلہ دے دی۔

’’میں ... پنڈت لیکھرام ولد پنڈت تارا سنگھ صاحب شرما مصنف تکذیب براہین احمدیہ و رسالہ ہذا اقرار صحیح بدرستی ہوش و حواس کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اوّل سے آخر تک رسالہ سرمہ چشم آریہ کو پڑھ لیا اور ایک بار نہیں بلکہ کئی بار اس کے دلائل کو بخوبی سمجھ لیا بلکہ ان کے بُطلان کو بروئے ست دھرم رسالہ ہذا میں شائع کیا۔۔۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ وید ہی سب سے کامل گیان کے پُستک ہیں۔۔۔ آریہ ورت سے باہر جو بقول مسلمانوں کے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ۵–۶ ہزار سال سے آئے ہیں اور توریت، زبور، انجیل اور قرآن وغیرہ کتب لائے ہیں۔۔۔ اِن کی تمام مذہبی ہدایتوں کو بناوٹی اور جعلی، اصلی الہام کے بدنام کرنے والی تحریریں خیال کرتا ہوں۔۔۔ اس کی سچائی کی دلیل سوائے طمع یا نادانی یا تلوار کے ان کے پاس کوئی نہیں۔۔۔ اور جس طرح میں اور راستی کے خلاف باتوں کو غلط سمجھتا ہوں ایسا ہی قرآن اور اس کے اصولوں اور تعلیموں کو جو وید کے مخالف ہیں ان کو غلط اور جھوٹا جانتا ہوں لیکن میرا دوسرا فریق مرزا غلام احمد ہے۔ وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا اور اس کی سب تعلیموں کو درست اور صحیح سمجھتا ہے اور جس طرح میں قرآن وغیرہ کو پڑھ کر غلط سمجھتا ہوں ایسے ہی وہ اُمی محض سنسکرت اور ناگری سے محروم مطلق بغیر پڑھنے یا دیکھنے ویدوں کے ویدوں کو غلط

سمجھتا ہے۔اے پرمیشر! ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور سے عزت نہیں پا سکتا۔

راقم۔آپ کا ازلی بندہ۔لیکھرام شرما سبھاسد آریہ ضلع پشاور حال آڈیٹر آریہ گزٹ فیروز پور پنجاب''
(پنڈت لیکھرام 1886ء خطبہ احمدیہ صفحہ 244-247)

اعلان مباہلہ کے بعد کے واقعات کی مختصر روداد:

پنڈت لیکھرام کی طرف سے اعلان مباہلہ چھپنے کے ساتھ ہی پنڈت صاحب اور حضرت مرزا صاحب کے درمیان تعلق باللہ کو ثابت کرنے کا مقابلہ شروع ہو گیا جس کے دوران حضرت مرزا صاحب اور پنڈت صاحب کے درمیان بیانات اور جوابی بیانات کا دفتر کُھل گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کے متعلق خدا سے ملنے والے الہامات اور دوسرے اعلانات اخبارات میں شائع کروانے شروع کر دیئے یہاں تک کہ اس غیر معمولی مقابلے کی طرف جس میں باہمی تحریری رضا مندی سے اسلام اور آریہ مذہب کی سچائی کا فیصلہ ہونا تھا سارے ہندوستان کے مسلمانوں اور ہندوؤں اور دنیا بھر کے مذہبی حلقوں کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ ہم اختصار کے ساتھ باری باری حضرت مرزا صاحب اور پنڈت صاحب کے بیانات اور جواب نیچے درج کر رہے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب

حضرت مرزا صاحب نے 20/فروری 1886ء کو ایک الہامی پیشگوئی شائع کی جس میں اپنی کامیابی اور مخالفین کی ناکامی کا عمومی تذکرہ تھا اور اسی دن ایک اشتہار شائع کیا جس میں پنڈت لیکھرام صاحب وغیرہ سے ان کے بارے میں انذاری خبر شائع کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت مرزا صاحب کی طویل پیشگوئی کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا... فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے... تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا اُنہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کُھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔''
(تذکرہ۔الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ۔صفحہ 136 تا 138)

اس کے ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں تمام موافقین و مخالفین بشمول پنڈت لیکھرام صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ وہ عنقریب ایک رسالہ تحریر کرنے والے ہیں جس میں پنڈت لکھرام اور پنڈت اندرمن مراد آبادی کی قضا و قدر کے متعلق کچھ لکھنے والے ہیں تا کہ اگر انہیں اعتراض ہو تو ایسی کوئی تحریر شائع نہ کی جائے۔مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

''چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے تا ہمیشہ اور ہر حال میں خوشخبری پر دلالت کریں۔اس لئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت، فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرماویں۔ بالخصوص وہ صاحب... جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہو گا... اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ... دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مُطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے۔'' (اشتہار 20/فروری 1886ء مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 98)

پنڈت لیکھرام صاحب

پنڈت صاحب نے مرزا صاحب کی 20/فروری 1886ء والی پیشگوئی جو عام طور پر پسر موعود والی پیشگوئی کہلاتی ہے اور کافی طویل ہے اس کے جواب میں اپنی طرف سے ایک پیشگوئی 18/مارچ 1886ء کو شائع کی جس میں مرزا صاحب کی پیشگوئی کے بہت سے حصوں کی قطعی تردید کا الہامی بنیاد پر دعویٰ کیا۔ہم قارئین کی دلچسپی کے لئے مرزا صاحب کی پیشگوئی کے کچھ فقرے اور پنڈت صاحب کی جوابی پیشگوئی کے تقابلی فقرے درج کر رہے ہیں تا کہ قارئین آج اس پیشگوئی کی بنیاد پر 132 سال گذرنے کے بعد جھوٹے اور سچے کے درمیان فرق کر سکیں۔

25/اپریل 1886ء کو ایک اشتہار چھاپا اور اس پر کچھ مزید ریمارکس اپنی تصنیف کلیات آریہ مسافر میں دیئے ان میں کچھ درج ذیل ہیں۔

1- ''میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں میرے حق میں جو چاہو شائع کرو میری طرف سے اجازت ہے اور میں کچھ خوف نہیں کرتا۔'' (بحوالہ استفتاء تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب۔صفحہ 9)

2- ''حضرت کو اس نیازمند اور منشی اندرمن صاحب کی وفات و حیات، شادی و غمی کی نسبت الہام ہوئے ہیں مگر نہیں بتلاتے جب تک ہم ان کو اجازت نہ دیویں۔منشی اندرمن صاحب کا حال مجھے نہیں معلوم مگر میں نے اُن کو تحریری اجازت نامہ ارسال کر دیا جس پر اب تک کوئی انکشاف نہیں ہوا کہ خیر الماکرین سے مرزا صاحب کو کیا الہام ہوتا ہے۔'' (کلّیات آریہ مسافر بار اوّل صفحہ 416-415)

3- پنڈت صاحب مزید لکھتے ہیں کہ
''آپ میں ہرگز یہ قدرت نہیں کہ کسی کے بارے میں صریح خبر بقید تاریخ و وقت لکھ سکیں۔'' (کلّیات آریہ مسافر بار اوّل صفحہ 494)

4- پنڈت صاحب مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ''اگر خدا سے الہام ہوتا تو کیا وہ تاریخ اور وقت بتانے میں قادر نہ تھا'' (کلّیات آریہ مسافر بار اوّل صفحہ 499)

نمبر شمار	حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے الفاظ:	پنڈت صاحب کی پیشگوئی کے الفاظ:
1	میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔	رحمت کا نشان نہیں، زحمت کا نشان ثابت ہوگا۔
2	تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذُرّیت کو بہت بڑھاؤں گا۔	آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔
3	میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔	جھوٹوں کا جھوٹا ہے۔میں نے کبھی اس کی دعا نہیں سنی اور نہ قبول کی۔
4	تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں۔	میں نے قہر کا نشان دیا ہے۔
5	تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔	خدا اس سفر کو منحوس بتلاتا ہے۔
6	اس کا نام عمانویل اور بشیر بھی ہے۔	خدا کہتا ہے اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔
7	اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔وہ نور اللہ ہے۔	ناپاک اور پلید روح دی گئی ہے۔ وہ دیجور کھلم کھلا ہے۔
8	وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔	وہ صاحب ذلت و نحوست، نکبت ہوگا۔
9	وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔	خدا کہتا ہے کہ وہ مرزا کی طرح دنیا میں آ کر اعزاز شیطانی نفس اور روح منحوس کی نحوست سے بہتوں کو دائم المریض کر کے واصل فی النار کرے گا۔
10	وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہء تمجید سے بھیجا ہے۔	خدا اسے ناپاک بتلاتا ہے جس کو شیطان نے اپنی شیطنت اور بے حمیتی سے بھیجا ہے۔
11	دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔	خدا کہتا ہے۔وہ نہایت غلیظ القلب ہوگا اور علوم سوری و معنوی سے قطعی محروم ہوگا۔
12	ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔	اس میں شیطان کی روح پڑے گی اور خدا کا غضب اُس پر برسے گا۔
13	وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔	خدا کہتا ہے۔ کہ محض جھوٹھ ہے۔خدا کہتا ہے۔ کہ وہ دائم الحبس ہوگا۔اس رذیل کا نام قادیان میں بھی بہت سے نہ جانیں گے۔
14	تیری ذریت منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔	آپ کی ذریت بہت جلد منقع ہو جائے گی۔غائت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔

(پنڈت لیکھرام۔کلّیات آریہ مسافر۔حصّہ سوم صفحہ 496 تا 498)

مرزا غلام احمد صاحب کے اشتہار کے جواب میں جس میں مرزا صاحب نے منشی اندرمن مراد آبادی اور پنڈت لیکھرام سے ان کے متعلق قضا و قدر کی پیشگوئی شائع کرنے کی اجازت چاہی تھی پنڈت صاحب نے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب

بعد کے واقعات بتاتے ہیں کہ وہ پسر موعود 22/جنوری 1889ء کو پیدا ہوا۔اس کا نام پیشگوئی کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا۔25 سال کی عمر میں جماعت احمدیہ کا خلیفہ منتخب ہوا۔ 56 سال تک خلافت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز رہنے کے بعد بالآخر 77 برس کی عمر میں فوت ہوا۔ اپنی ذہانت، فہم، روحانیت کے باعث زمین کے کناروں تک شہرت پائی۔اُس کے عہد میں جماعت احمدیہ نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کا ایک ایک لفظ سچا ثابت ہوا اور پنڈت لیکھرام کی پیشگوئی کا ہر لفظ جھوٹا نکلا۔ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ...

ہم چونکہ لیکھرام کے انجام پر بحث کر رہے ہیں اس لئے اس پیشگوئی کو یہیں چھوڑتے ہیں کیونکہ پنڈت صاحب کے باقی آریہ ساتھی سالہا سال تک مرزا صاحب کے الہامی الفاظ کو سچ ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے اِسے ثابت کرنے کے لئے مزید شہادتوں کی حاجت نہیں۔

اب ہم اُن پیشگوئیوں کی طرف آتے ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے پنڈت لیکھرام صاحب کے بارے خدا سے خبر پا کر پنڈت صاحب کی اجازت سے بیان کرنی شروع کیں۔یہ الہامی خبریں پہلے بیان کردہ عمومی فتح کی خبر اور مجرموں کی سزا کی خبر کے بعد آہستہ آہستہ پنڈت لیکھرام کے بارے میں معین وقت اور معین قسم کی سزا کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور حضرت مرزا صاحب اس سزا کے بارے میں مسلسل یقین اور تحدّی کے ساتھ اس سزا کے قطعی اور بیّن ہونے کا اعادہ کرتے جاتے ہیں۔

پہلا الہام

حضرت مرزا صاحب نے 20/فروری 1893ء کو ایک اشتہار کے ذریعے پنڈت لیکھرام صاحب کے بارے میں اپنے الہام شائع کئے۔ پہلا الہام ایک شعر پر مشتمل تھا۔

''اَلا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغِ برّان محمدؐ''

(اشتہار 20/فروری 1893ء شامل کتاب آئینہ کمالات اسلام)

دوسرا الہام

دوسرا الہام ایک عربی فقرہ تھا۔اشتہار میں ساتھ ہی اس کی وضاحت تھی۔

''عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خوارٌ۔ لهٗ نصبٌ وَّ عذابٌ''

(ترجمہ) اور وضاحت۔

''یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے اُن گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔'' (اشتہار 20/فروری 1893ء شامل کتاب آئینہ کمالات اسلام)

تیسرا الہام

اِسی 20/فروری 1893ء کے اشتہار میں درج ایک اور الہامی خبر کو حضرت مرزا صاحب اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں جو لیکھرام کے عذاب کے وقت کا تعیّن کرتی ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ

''آج 20/فروری 1893ء روز دوشنبہ ہے۔ اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو 20/فروری 1893ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

بدرسوم۔ گلے کا طوق

وحید احمد رفیق

شادی بیاہ کی تقاریب میں بے پردگی کا رجحان

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

’’جو قباحتیں راہ پکڑ رہی ہیں ان میں سے ایک بے پردگی کا عام رجحان بھی ہے جو یقیناً احکام شریعت کی حدود پھلانگنے کے قریب ہو چکا ہے۔ اور شادی والوں کی اس معاملہ میں بے حسی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ معزز مہمانوں میں بہت سی حیادار پردہ دار بیبیاں ہوتی ہیں۔ بے دھڑک اَنٹ سَنٹ فوٹو گرافروں یا غیر ذمہ دار اور غیر محرم مردوں کو بلا کر تصویریں کھنچوانا اور یہ پرواہ نہ کرنا کہ یہ معاملہ صرف خاندان کے قریبی حلقے تک ہی محدود ہے۔ اس بارہ میں واضح طور پر بار بار نصیحت ہونی چاہیے کہ آپ نے اگر اندرون خانہ کوئی ویڈیو وغیرہ بنانی ہے تو پہلے مہمانوں کو متنبہ کر دیا جائے اور صرف محدود خاندانی دائرے میں ہی شوق پورے کئے جائیں۔‘‘

(الفضل 26 جون 2002ء صفحہ 4)

دلہا سے پردہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’جب دلہا آئے اور خواہ وہ غیر ہی کیوں نہ ہو محلہ کی عورتیں اس سے پردہ کرنا ضروری نہیں سمجھتیں اور کہتی ہیں اس سے کیا پردہ ہے اور پھر صرف یہی نہیں کہ پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے مخول اور ہنسی بھی کرتی ہیں۔‘‘

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ نمبر 71)

دودھ پلائی

ہمارے معاشرے میں ایک رسم دودھ پلائی کی بھی جاری ہے۔ اس موقع پر دولہا کو دلہن کی بہنیں یا قریبی رشتہ دار لڑکیاں دودھ پیش کرتی ہیں یا بعض اوقات دیگر مشروب بھی پیش کیے جاتے ہیں اور پھر دودھ پلائی کے طور پر بھاری رقوم کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس موقع پر دلہا کے ساتھ اس کے دیگر عزیز یا دوست لڑکے بھی دلہن کی طرف ساتھ جاتے ہیں۔ اس طرح سے خواتین کی طرف غیر مردوں کے ساتھ جانے سے بے پردگی ہوتی ہے۔ ایسے کاموں سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس رسم سے متعلق فرمایا ہے:

’’بعض دوسری بدرسوم جیسے دودھ پلانا اور جوتی چھپانا وغیرہ جو ہیں یہ سب ختم کروائیں اور ہر فرد جماعت کو اس بارہ میں متنبہ کر دیں کہ آئندہ اگر مجھے کسی کی بھی ان رسموں کے بارے میں کوئی شکایت آئی تو اس کے خلاف تعزیری کارروائی ہوگی۔‘‘

(مکتوب بنام صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان 22 جنوری 2010ء)

شادی اور موت کے عالم میں فرق

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

’’ہمارا کردار عظیم ہے۔ سادگی اور متوازن خرچ کے دائرے میں رہتے ہوئے خوشیاں منانی چاہئیں یہ تو نہیں کہ موت کا بھی وہی عالم ہو اور خوشی کا بھی وہی عالم ہو۔ شادی ہو رہی ہو۔ موت ہو رہی ہو۔ کسی کو پتا ہی نہیں کہ کس وجہ سے سائبان لگے ہوئے ہیں۔ خوشی بولتی ہے۔ خوشی میں ایک ترنم پیدا ہوتا ہے۔ اس کی آواز لوگ سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ اس میں رنگ ہوتا ہے، خوشبو ہوتی ہے، یہی چیزیں غم میں اور کیفیت اختیار کرتی ہیں تو نوحے بن جایا کرتے ہیں۔ تو یہ فرق تو رکھنا ہوگا سوسائٹی میں۔‘‘

(مجلس عرفان 11 فروری 1994ء
روزنامہ الفضل 19 جولائی 2002ء)

شادیوں میں ناچ گانے اور ڈانس

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون: 4)

کامل مومن وہ لوگ ہیں جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (لقمان: 7)

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنا روپیہ ضائع کر کے کھیل تماشا کی باتیں لیتے رہتے ہیں تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’اب شادی کو دَف کے ساتھ شہرت کرنا جائز رکھا گیا ہے لیکن اس میں ناچ وغیرہ شامل ہو گیا تو وہ منع ہو گیا۔‘‘ (ملفوظات جلد 5 صفحہ نمبر 355)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ایک مرتبہ یہ سوال کیا گیا کہ لڑکی یا لڑکے والوں کے ہاں جو جوان عورتیں مل کر گھر میں گاتی ہیں وہ کیسا ہے؟

آپ نے فرمایا: ’’اگر گیت گندے اور ناپاک نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں تشریف لے گئے تو لڑکیوں نے مل کر آپ کی تعریف میں گیت گائے تھے۔ مسجد میں ایک صحابی نے خوش الحانی سے شعر پڑھے تو حضرت عمر نے ان کو منع کیا اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پڑھے ہیں تو آپ نے منع نہیں کیا بلکہ آپ نے ایک بار اس کے شعر سنے تو اس کے لیے رحمۃ اللہ فرمایا اور جس کو آپ یہ فرمایا کرتے تھے وہ شہید ہو جایا کرتا تھا۔ غرض اس طرح پر اگر فسق و فجور کے گیت نہ ہوں تو منع نہیں۔ مگر مردوں کو نہیں چاہیے کہ عورتوں کی ایسی مجلسوں میں بیٹھیں۔ یہ یاد رکھو کہ جہاں ذرہ بھی مظنّہ (اندیشہ۔ ناقل) فسق و فجور کا ہو وہ منع ہے۔

بزہد وورع کوش وصدق وصفا
ولیکن میفزا ئے بر مصطفیٰؐ

(یعنی زہد و عبادت اور سچائی اور باطنی صفائی کے لیے کوشش کرو لیکن آنحضور ﷺ سے آگے قدم نہ رکھو۔ (ناقل)

یہ ایسی باتیں ہیں کہ انسان خود ان میں فتویٰ لے سکتا ہے۔ جو امر تقویٰ اور خدا کی رضا کے خلاف ہے مخلوق کو اس سے کوئی فائدہ نہیں وہ منع ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 311)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

’’شادی کے موقع پر کوئی گیت گالیں تو گناہ نہیں بشرطیکہ اس میں فحش اور لغو بکواسیں نہ ہوں اور بے حیائی سے نہ گایا جائے‘‘

(الفضل 20 جولائی 1915ء صفحہ نمبر 12)

مزید فرمایا کہ:

’’اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیاہ شادی کے موقع پر شریعت کی رُو سے گانا جائز ہے۔ مگر وہ گانا ایسا ہی ہونا چاہیے جو یا تو مذہبی ہو اور یا پھر بالکل بے ضرر ہو مثلاً شادی کے موقع پر عام گانے جو مذاق کے رنگ میں گائے جاتے ہیں اور بالکل بے ضرر ہوتے ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ہوتا کیونکہ وہ محض دل کو خوش کرنے کے لئے گائے جاتے ہیں ان کا اخلاق پر کوئی برا اثر نہیں ہوتا۔‘‘

(الفضل 20 جنوری 1945ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

’’عورتوں کے عورتوں میں ناچنے میں بھی حرج ہے ...... جہاں تک گانے کا تعلق ہے تو شریفانہ قسم کے، شادی کے گانے لڑکیاں گاتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں‘‘۔

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ نمبر 94)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ان لغویات اور فضولیات سے بچیں۔ پھر ڈانس ہے، ناچ ہے، لڑکی کی جو رونقیں لگتی ہیں اس میں یا شادی کے بعد جب لڑکی بیاہ کر لڑکے کے گھر جاتی ہے وہاں بعض دفعہ اس قسم کے بیہودہ قسم کے میوزک یا گانوں کے اوپر ناچ ہو رہے ہوتے ہیں اور شامل ہونے والے عزیز رشتہ دار اس میں شامل ہو جاتے ہیں تو اس کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دی جا سکتی ....۔ بعض لوگ اکثر مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے خاص مہمانوں کے ساتھ علیحدہ پروگرام بناتے ہیں اور پھر اسی طرح کی لغویات اور ہلّڑ بازی چلتی رہتی ہے گھر میں علیحدہ ناچ ڈانس ہوتے ہیں۔ چاہے لڑکیاں لڑکیاں ہی ڈانس کر رہی ہوں یا لڑکے لڑکے بھی کر رہے ہوں لیکن جن گانوں اور میوزک پہ ہو رہے ہوتے ہیں وہ ایسی لغو ہوتی ہیں کہ وہ برداشت نہیں کی جاسکتیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ نمبر 686 تا 688)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے رہنے والوں کے بعض رسم و رواج ہوتے ہیں اور اُن میں سے ایک قسم جو رسم و رواج کی ہے وہ ان کی شادی بیاہوں کی ہے۔... ہمارے ملکوں میں شادی کے موقعوں پر ایسے ننگے اور گندے گانے لگا دیتے ہیں کہ ان کو سن کر شرم آتی ہے۔ ایسے بے ہودہ اور لغو گندے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں کہ پتہ نہیں لوگ سنتے کس طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ احمدی معاشرہ بہت حد تک ان لغویات اور فضول حرکتوں سے محفوظ ہے لیکن جس تیزی سے دوسروں کی دیکھا دیکھی ہمارے پاکستانی ہندوستانی معاشرہ میں یہ چیزیں راہ پا رہی ہیں۔ دوسرے مذہب والوں کی دیکھا دیکھی جنہوں نے تمام اقدار کو بھلا دیا ہے۔ اور ان کے ہاں تو مذہب کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ شرابیں پی کر خوشی کے موقع پر ناچ گانے ہوتے ہیں، شور شرابے ہوتے ہیں، طوفان بد تمیزی ہوتا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اس معاشرے کے زیر اثر احمدیوں پر بھی اثر پڑ سکتا ہے بلکہ بعض اِکّا دُکّا شکایات مجھے آتی بھی ہیں۔ تو یاد رکھیں کہ احمدی نے ان لغویات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے اور بچنا ہے۔...

اللہ کرے کہ ہم ہر قسم کے رسم و رواج بدعتوں اور بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والے ہوں اور ہمیشہ اس زمانے کے حَکَم و عدل کی تعلیم کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ایسا عمل ہے جو تمام نیکیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے اور تمام بُرائیوں اور لغو رسم و رواج کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ تو اس کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 685 تا 700)

حق مہر

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (نساء: 5)

اور عورتوں کو ان کے مہر دلی خوشی سے ادا کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

’’(مہر) تراضی طرفین سے جو ہو اس پر کوئی حرف نہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ نمبر 284)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’مہر طرفین کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے‘‘۔

(خطبات محمود جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 1)

’’مہر عورت کا حق ہے جو مرد کی حیثیت پر ہے وہ بہر حال دینا ہے‘‘۔

(خطبات محمود جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 85)

نمائش کے لیے زیادہ حق مہر رکھوانا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

’’مہر دینے کے لئے ہوتا ہے۔ اسلام اس قسم کی نمائش کو جو دھوکہ کا موجب ہو ہرگز جائز نہیں رکھتا۔ پس جو لوگ صرف دوسروں کو دکھانے کے لئے بڑے بڑے مہر باندھتے ہیں اور ادا نہیں کرتے وہ گنہگار ہیں اور جو اپنی حیثیت سے کم باندھتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں۔‘‘

(خطبہ نکاح 28/دسمبر 1917ء از خطبات محمود جلد 3 صفحہ 29)

پھر فرمایا۔ ’’مہر شریعت کے مطابق ضرور رکھو اور اتنا رکھو جو خاوند کو تکلیف میں نہ ڈالے۔‘‘

(خطبہ نکاح 27/مارچ 1931ء از خطبات محمود جلد 3 صفحہ 302)

شادیوں پر کھانے کا انتظام مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

’’لڑکیوں کے فنکشن ہیں تو لجنہ اماء اللہ کی لڑکیاں کام کریں‘‘۔

(خطبات مسرور جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 88)

قائم شدہ 1952ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز

میاں حنیف احمد کامران

ربوہ 0092 47 6212515

28 لندن روڈ، مورڈن SM4 5BQ

0044 203 609 4712

0044 740 592 9636

نکاح اور بدرسوم

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’نکاح آرام ،راحت ،سکینت اور تقویٰ اللہ کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے مگر آج کل مسلمانوں نے رسومات اور بدعات سے اسے دکھ کا موجب بنالیا ہے۔.....میں چاہتا ہوں کہ احباب جماعت احمدیہ اور ہمت کریں اور اپنے نکاحوں کو رسوم وبدعات سے الگ کر کے بالکل سنت نبوی کے مطابق کریں تا کہ نکاح کی حقیقی غرض قائم ہو۔‘‘

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ نمبر 20)

شادی کارڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

’’شادی کارڈوں پر بھی بے انتہا خرچ کیا جاتا ہے۔ دعوت نامہ تو پاکستان میں ایک روپے میں بھی چھپ جاتا ہے ۔ یہاں بھی بالکل معمولی سا پانچ سات Pence میں چھپ جاتا ہے ۔تو دعوت نامہ ہی بھیجنا ہے کوئی نمائش تونہیں کرنی ۔لیکن بلاوجہ مہنگے مہنگے کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔ پوچھو تو کہتے ہیں کہ بڑا سستا چھپا ہے۔ صرف پچاس روپے میں ۔اب یہ صرف پچاس روپے جو ہیں اگر کارڈ پانچ سو کی تعداد میں چھپوائے گئے ہیں تو یہ پاکستان میں پچیس ہزار روپے بنتے ہیں اور پچیس ہزار روپے اگر کسی غریب کو شادی کے موقع پر ملیں تو وہ خوشی اور شکرانے کے جذبات سے مغلوب ہوجاتا ہے۔تو اس طرح بے شمار جگہیں ہیں جہاں بچت کی جاسکتی ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 334)

مجلس مشاورت 2009ء کی متفرق سفارشات

☆ شادی بیاہ کے موقع پر وقت کی پابندی نہ کرنا عام ہوگیا ہے اوراس میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔ہمیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ہم اُس کے ماننے والے ہیں جس کو کہا گیا تھا کہ تیرا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

☆ دلہن کا بیوٹی پارلر پر تیار ہونا اوراس پر بہت بڑی رقم خرچ کرنا درست نہیں۔اس رواج کو بھی کم کیا جائے۔نیز بیوٹی پارلر پر جانے کی وجہ سے دلہن کا وقت پر نہ پہنچنا بھی درست نہیں۔دلہن کو ہرصورت وقت پر تیار ہونا چاہیے۔

☆ شادی کارڈز پر اسراف نہ کیا جائے۔افشاں والے اور مہنگے کارڈ سے اجتناب کیا جائے۔

☆ دلہن کے کپڑوں پر بہت زیادہ خرچ کرنا بھی مناسب نہیں۔کیونکہ ایسے جوڑے عموماً دوبارہ پہنے بھی نہیں جاتے ۔ ایسے کپڑے اگر لجنہ اکٹھے کرے اور انہیں ایسی بچیوں کو تقسیم کردیا جائے جو استطاعت نہیں رکھتیں تو مناسب ہے۔

☆ مہندی پر لڑکے اورلڑکی کی طرف سے تمام مردوں کا پیلے کپڑے بنوانا بھی رسم ہے۔اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

☆ بڑے شہروں میں رات کو بارات کا رواج ہے۔ رات گئے تک تقریبات چلتی ہیں۔اتنی تاخیر ہوجاتی ہے کہ پھر فجر کی نماز ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ بہت زیادہ تاخیر مناسب نہیں۔

☆ بِد، مایوں بٹھانا،لڑکے کو ’’گانہ‘‘ باندھنا، برات پر پیسے پھینکنا، سربالا بنانا، جہیز یا بری کی نمائش، ہیجڑوں کا نچانا،نوٹوں کے ہار ڈالنا وغیرہ سب رسومات ہیں۔

☆ ہوائی فائرنگ بھی اسراف اور دکھاوے کے ساتھ ساتھ انتہائی خطرناک بھی ہے۔ اس پر خاص توجہ اور نصیحت کی ضرورت ہے۔

☆ لائٹنگ پر بے جا خرچ کرنا درست نہیں۔آج کل تو توانائی کے بحران کی وجہ سے حکومتی سطح پر بھی لائٹنگ نہ کرنے کی تحریک ہورہی ہے۔

(سفارشات شوریٰ 2009ء صفحہ 12: تا 14)

شادی کے موقع پر زیورات وغیرہ پر طاقت سے زیادہ روپیہ خرچ کرنا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’اِس زمانہ میں زیادہ تر شادی بیاہ کے موقع پر لوگ اپنی ناک رکھنے کے لیے زیورات وغیرہ پر طاقت سے زیادہ روپیہ خرچ کردیتے ہیں ۔جوانجام کار اُن کے لیے کسی خوشی کا موجب نہیں ہوتا۔کیونکہ انہیں دوسروں سے قرض لینا پڑتا ہے جس کی ادائیگی انہیں مشکلات میں مبتلا کردیتی ہے۔اگر کسی کے پاس وافر روپیہ موجود ہو تو اُس کے لیے شادی بیاہ پر مناسب حد تک خرچ کرنا منع نہیں لیکن جس کے پاس نقد روپیہ موجود نہیں وہ اگر ناک رکھنے کے لیے قرض لے کر روپیہ خرچ کرے گا تو اس کا یہ فعل اسراف میں شامل ہوگا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 571)

ہر اُس چیز سے بچنا ہوگا جو دین میں بُرائی اور بدعت پیدا کرنے والی ہے

’’بعض لوگ بعض شادی والے گھر جہاں شادیاں ہورہی ہوں دوسروں کی باتوں میں آکر یا ضد کی وجہ سے یا دکھاوے کی وجہ سے کہ فلاں نے بھی اس طرح گانے گائے تھے،فلاں نے بھی یہی کیا تھا،توہم بھی کریں گے اپنی نیکیوں کو برباد کررہے ہوتے ہیں ۔اس سے بھی ہر احمدی کو بچنا چاہیے۔فلاں نے اگر کیا تھا تو اس نے اپنا حساب دینا ہے اور تم نے اپنا حساب دینا ہے۔اگر دوسرے نے یہ حرکت کی تھی اور پتا نہیں لگا اور نظام کی پکڑ سے بھی بچ گیا تو ضروری نہیں کہ تم بھی بچ جاؤ۔تو سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب کام کرنے ہیں یا نیکیاں کرنی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خاطر کرنی ہیں۔وہ تو دیکھ رہا ہے۔اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کے لیے ہر اس چیز سے بچنا ہوگا جو دین میں برائی اور بدعت پیدا کرنے والی ہے۔‘‘

(بحوالہ ماہنامہ مصباح جولائی، اگست 2009ء صفحہ 66)

سہرابندی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’سہرے کا طریق بدعت ہے ۔ انسان کو گھوڑا بنانے والی بات ہے۔‘‘

(ارشاد حضرت مصلح موعود از الفضل 04 رجنوری 1946ء)

تنبول (سلامی/ نیوندرا)

میں نے عرض کیا کہ تنبول کی نسبت حضور کا کیا ارشاد ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ’’اپنے بھائی کی ایک طرح کی امداد ہے‘‘۔

عرض کیا گیا جو تنبول ڈالتے ہیں وہ تو اس نیت سے ڈالتے ہیں کہ ہمیں پانچ کے چھ روپے ملیں۔اور پھر اس روپیہ کو کنجروں پر خرچ کرتے ہیں۔

فرمایا: ’’ہمارا جواب تو اصل رسم کی نسبت ہے کہ نفسِ رسم پر کوئی اعتراض نہیں۔ باقی رہی نیت ۔سو آپ ہر ایک کی نیت سے کیوں کر آگاہ ہوسکتے ہیں۔ یہ تو کمینہ لوگوں کی باتیں ہیں کہ زیادہ لینے کے ارادے سے دیں۔یا چھوٹی چھوٹی باتوں کا حساب کریں۔ایسے شریف آدمی بھی ہیں جو محض بہ تعمیل حکم تعاون وتعلقات محبت تنبول ڈالتے ہیں اور بعض تو واپس لینا بھی نہیں چاہتے ۔ بلکہ کسی غریب کی امداد کرتے ہیں ۔ غرض سب کا جواب ہے اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔‘‘

(البدر 17 جنوری 1907ء صفحہ 4)

بدرسوم اختیار کرنے کا بُرا نتیجہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اب جو لوگ خدا اور رسول کے احکام کی اطاعت سے نکل کر طرح طرح کی رسوم میں پھنس گئے ہیں وہ کس قدر بُرا نتیجہ دیکھ رہے ہیں۔ بیاہ شادیوں میں اس قدر فضول خرچی کرتے ہیں کہ نہ صرف خود بلکہ جن کی شادی کی جاتی ہے وہ تمام عمر کے لئے قرض کے نیچے دب جاتے ہیں اور اکثر لڑکے لڑکی میں نااتفاقی ہوتی ہے۔ہماری جماعت کو چاہئے کہ اس معاملہ میں خاص طور پر احکام شرعی کی پابندی کرے کہ ان کی شادیاں اعلیٰ اور اچھے نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوں اور وہ قباحتیں جن سے دوسرے لوگوں کو تکالیف اُٹھانی پڑتی ہیں ان سے بچیں۔‘‘

(خطبہ نکاح 11 رنومبر 1920ء
ازخطبات محمود جلد 3 صفحہ 72)

ایسی رسمیں جو لغو میں داخل ہوتی ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے سورۃ الاعراف کی آیت 158 کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ:

’’کوشش یہ کریں کہ اسراف سے کام نہ لیا کریں۔جائز چیزوں میں بھی حد کے اندر رہیں۔ . .تو بہت سی رسمیں ہیں۔ بہت سے ایسے افعال ہیں جو اسراف کے نتیجہ میں منع کرنے پڑتے ہیں۔ کچھ ایسے افعال ہیں جن کے متعلق فرمایا کہ وہ اَغلال ہیں۔گردنوں کے طوق ہیں۔ وہ ایسی رسمیں ہیں جو خصوصیت کے ساتھ لغو میں داخل ہوتی ہیں۔کسی حالت میں بھی پسندیدہ نہیں ہیں۔عام زندگی کی حالت میں بھی ان سے بچنا چاہئے۔ مثلاً شادی کے وقت ڈھول ڈھمکے، کنچنیوں کو نچانا، ڈھوم مراثیوں کو بلوانا، آتش بازیاں چھوڑنا، ایسی نمائش کرنا کہ جس کے نتیجہ میں قوم پر بہت بوجھ پڑتے ہیں۔ان چیزوں کی نہ کوئی سند ہے نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروّج تھیں اور نہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی اجازت فرمائی بلکہ کھلم کھلا منع فرمایا۔لہٰذا ان چیزوں سے بھی پرہیز لازمی ہے ورنہ یہ گردنوں کا طوق بن جائیں گی۔ مراد یہ ہے کہ یہ رسمیں رفتہ رفتہ قوم پر قابض ہوجاتی ہیں اوران کی آزادیاں مسخ کردیتی ہیں۔ وہ رسموں کی غلام ہوجاتی ہیں اور ان سے باہر نہیں آسکتیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16 ردسمبر 1983ء
ازخطبات طاہر جلد 2 صفحہ 632-633)

شادی بیاہ کا عمل دین کا ایک حصہ ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

’’آنحضرت ﷺ نے ...یہ نہیں فرمایا کہ ہر ایک، ہر قبیلہ ضرور دَف بجایا کرے اور یہ ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اپنے رواج کے مطابق ایسے رواج جو دین میں خرابیاں پیدا کرنے والے نہ ہوں ان کے مطابق خوشی کا اظہار کرلیا کرو یہ ہلکی پھلکی تفریح بھی ہے اور اس کے کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔لیکن ایسی حرکتیں جن سے شرک پھیلنے کا خطرہ ہو، دین میں بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ ہو اس کی بہرحال اجازت نہیں دی جاسکتی۔شادی بیاہ کی رسم جو ہے یہ بھی ایک دین ہی ہے جبھی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم شادی کرنے کی سوچو تو ہر چیز پر فوقیت اس لڑکی کو دو، اس رشتے کو دو جس میں دین زیادہ ہو۔اس لئے یہ کہنا کہ شادی بیاہ صرف خوشی کا اظہار ہے،خوشی ہے اور اپنا ذاتی ہمارا فعل ہے یہ غلط ہے۔... اگر شادی بیاہ صرف شوروغل اور رونق اور گانا بجانا ہوتا تو آنحضرت ﷺ نے نکاح کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ شروع ہو کر اور پھر تقویٰ اختیار کرنے کی طرف اتنی توجہ دلائی ہے کہ توجہ نہ دلاتے بلکہ شادی کی ہر نصیحت اور ہر ہدایت کی بنیاد ہی تقویٰ پر ہے۔پس اسلام نے اعتدال کے اندر رہتے ہوئے جن جائز باتوں کی اجازت دی ہے ان کے اندر ہی رہنا چاہئے اوراس اجازت سے ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہئے ۔ حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے کہ دین میں بگاڑ پیدا ہوجائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 25 رنومبر 2005ء ازمشعل راہ جلد 5 حصہ 3 صفحہ 152-153)

شادی کے موقع پر بعض رسوم کو فرض سمجھ کر ادا کیا جاتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

’’پس یہ مسلمانوں کے لیے ایک فرض ہے کہ اگر کوئی روک نہ ہو، کوئی امر مانع نہ ہو تو ضرور شادی کرے۔ لیکن ان میں بعض رسمیں خاص طور پر پاکستانی اور ہندوستانی معاشرہ میں راہ پا گئی ہیں۔اسلام کی تعلیم سے کوئی بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔بعض رسوم کو ادا کرنے کے لئے اس حد تک خرچ کئے جاتے ہیں کہ جس معاشرہ میں ان رسوم کی ادائیگی بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے وہاں یہ تصور قائم ہوگیا ہے کہ شاید یہ بھی شادی کے فرائض میں داخل ہے اوراس کے بغیر شادی ہو ہی نہیں سکتی۔‘‘

(خطبہ جمعہ مورخہ 15-01-2010
الفضل انٹرنیشنل 5 فروری 2010ء)

بُرائی اور بدعت پیدا کرنے والی رسوم سے پرہیز کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کے لیے ہر اس چیز سے بچنا ہوگا جو دین میں بُرائی اور بدعت پیدا کرنے والی ہے۔ . .ان میں جہیز ہیں،شادی کے اخراجات ہیں، ولیمے کے اخراجات ہیں،طریقے ہیں اور بعض دوسری رسوم ہیں جو بالکل ہی لغویات اور بوجھ ہیں۔ ہمیں تو خوش ہونا چاہیے کہ ہم ایسے دین کو ماننے والے ہیں جو معاشرے کے،قبیلوں کے،خاندان کے رسم ورواج سے جان چھڑانے والا ہے۔ ایسے رسم ورواج جنہوں نے زندگی اجیرن کی ہوئی تھی ۔نہ کہ ہم دوسرے مذاہب والوں کو دیکھتے ہوئے ان لغویات کو اختیار کرنا شروع کردیں۔‘‘

(مشعل راہ جلد 5 حصہ سوم صفحہ 153-154)

(باقی آئندہ)

تفسیر

سورۃ القریش

[حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاءِ کرام کی بیان فرمودہ تفاسیر سے انتخاب]

(قسط نمبر 3۔ آخری)

☆ ان معنوں سے پھر احمدیوں کے لئے ایک سبق نکلتا ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا مکّہ والوں پر خدا تعالیٰ کا کوئی زیادہ احسان تھا۔ جس طرح ان کو خدا تعالیٰ نے ناک کان اور منہ دیئے تھے اسی طرح ہم کو اس نے ناک کان اور منہ بخشے ہیں۔ جس طرح اُن کو قویٰ عطا کئے گئے تھے اسی طرح ہم کو قویٰ دیئے گئے ہیں۔ جو علوم اُن کو دیئے گئے تھے وہی علوم ہم کو دیئے گئے ہیں۔ جو قرآن اُن کو دیا گیا تھا وہی قرآن ہم کو دیا گیا ہے۔ اس میں سے کوئی حصہ کم تو نہیں کر دیا گیا۔ اگر مکّہ والوں کو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تم اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف توجہ کرو اور اپنے تمام اوقات خدمتِ دین میں صَرف کرو تو یہ حکم مکّہ والوں کے ساتھ کوئی مخصوص تو نہیں تھا۔ جو حالت اُن کی تھی وہی حالت ہماری ہے۔ اور جو صداقت ان کے پاس تھی وہی صداقت ہمارے پاس ہے۔ جب ہماری جماعت دعویٰ کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام صداقتوں کا احیاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ فرمایا ہے تو سورۃ اِیلاف میں جس صداقت کو پیش کیا گیا ہے لازماً ہمیں اس صداقت کا بھی ازسرِ نو احیاء کرنا پڑے گا۔

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سورۃ میں تو قریش مخاطب کئے گئے ہیں ہم ایسا کیوں کریں۔ اس لئے کہ ہماری جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کو دوبارہ ظلّی رنگ میں مبعوث فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت درحقیقت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہی بعثت ثانیہ ہے۔ جب ہماری جماعت یہ تسلیم کرتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل کامل ہیں تو ہماری جماعت کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بیت اللہ کا ظل وہ مقام ہے جہاں خدا تعالیٰ کا نام روشن ہوتا ہے اور صحابہ کا ظل وہ جماعت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا چکی ہے۔ اس صورت میں جو فرائض اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیت اللہ میں رہنے والوں پر عائد ہو چکے ہیں یقیناً وہی فرائض ہماری جماعت پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ دنیا میں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ جب باپ مر جاتا ہے تو تمام بھائیوں میں سے بڑا بھائی اس کا قائم مقام بن جاتا ہے۔ اُس وقت کوئی نہیں پوچھتا کہ ہمارا یہ بڑا بھائی باپ کا قائم مقام کس طرح بن گیا۔ کیونکہ عقل کہتی ہے کہ جب اصل سامنے نہ ہو تو بہرحال اس کا کوئی ظل ہونا چاہئے۔ اور پھر عقل یہ بھی کہتی ہے کہ جو ذمہ واریاں اصل پر عائد ہوتی ہیں وہی ذمہ واریاں ظِل پر بھی عائد ہوں گی۔

پس ہماری جماعت جب ظلّی رنگ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہی جماعت ہے اور ظلِّ محمد پر ایمان لا کر ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی جماعت میں شامل ہو چکے ہیں تو ہمیں بھی ان آیات کا اپنے آپ کو ویسا ہی مخاطب سمجھنا پڑے گا جیسے صحابہؓ مخاطب تھے۔ اور ہمیں بھی وہی کچھ کرنا پڑے گا جو صحابہؓ نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں زمانۂ محمدی کے لوگوں سے کہتا ہے فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ۔ تم کو چاہئے کہ تم عبادتوں میں اپنا وقت لگاؤ اور ذکر الٰہی کی عادت ڈالو۔ یہی کام احمدیوں کا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ احمدیوں نے اب تک اس مقام کو نہیں پایا۔ کتنے احمدی ہیں جو اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ بے شک دوسروں سے زیادہ چندہ دینے والے احمدی موجود ہیں مگر چندہ سے تو دین نہیں پھیلتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ۔ دین کی ترقی تو نفس کی صفائی اور عبادات کی کثرت سے ہوتی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ذکر الٰہی اور عبادات کی طرف بہت ہی کم توجہ ہے۔ فرض نمازیں بیشک وہ دوسروں سے زیادہ ادا کرتے ہیں مگر ذکر الٰہی کرنا، مساجد میں بیٹھنا، راتوں کو اٹھ کر تہجد ادا کرنا، اعتکاف کرنا۔ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے اور جو نفس کی اصلاح کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ مگر ہماری جماعت کی توجہ ان کی طرف بہت کم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعائیں کیں ان میں بھی آتا ہے کہ الٰہی تیرے لئے اعتکاف کرنے والے لوگ اور تیری عبادت میں اپنا وقت گزارنے والے لوگ میری اولاد میں ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ احمدیوں کی اس طرف بہت کم توجہ ہے حالانکہ جب تک ان باتوں کی طرف توجہ نہ ہو انسان کا نفس کبھی جِلا نہیں پاتا۔ جِلاءِ نفس ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے ہوتا ہے۔

نمازوں کے متعلق بھی مَیں دیکھتا ہوں کہ اس امر کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی کہ نمازیں آہستگی کے ساتھ پڑھیں۔ لوگ سنّتیں جلدی جلدی ختم کر کے مسجد سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب فرض نماز ختم ہوتی ہے اور سنّتیں پڑھنے کا وقت آتا ہے تو جھٹاپٹ ایک دوڑ شروع ہو جاتی ہے جو نہایت نامناسب اور اسلامی تعلیم کے خلاف حرکت ہے۔ ہماری جماعت کے دوستوں کا فرض ہے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کر نمازیں پڑھا کریں اور اپنے اوقات کا ایک بڑا حصہ ذکر الٰہی اور دعاؤں میں صَرف کیا کریں اور دوسرے مسلمانوں سے بھی انہیں یہی کہنا چاہئے کہ وہ عبادات اور ذکر الٰہی پر زور دیں، کیونکہ اسلام کی اصل ترقی ذکر الٰہی اور عبادت پر زور دینے سے ہی ہوگی۔

آج کل کے لوگ مغربی تہذیب کے ماتحت یہ سمجھتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی وغیرہ کرنا اور مصلّے پر بیٹھے رہنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ حالانکہ یہ مصلّے پر بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنے والے ہی تھے جنہوں نے بارہ سال کے اندر اندر آدھی دنیا تہ و بالا کر دی۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مصلّے پر بیٹھنے سے وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ انسان کو ایسی برکت ملتی ہے کہ وہ بڑے بڑے کام تھوڑے سے وقت میں کر لیتا ہے۔ پس مصلّے پر بیٹھنے کے معنے نکمّا پن کے نہیں بلکہ درحقیقت اس سے ایسی مہارت پیدا ہو جاتی ہے اور دل میں اس قسم کا نور پیدا ہو جاتا ہے کہ تھوڑے سے وقت میں انسان بڑے بڑے کام کر لیتا ہے۔ اگر تین گھنٹے وہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے تو بیشک بظاہر اس کے تین گھنٹے وقت میں سے کم ہو جائیں گے مگر انہی تین گھنٹوں کی بدولت وہ آٹھ گھنٹوں میں وہ کچھ کام کر لے گا جو باقی 24 گھنٹوں میں بھی نہیں کر سکیں گے۔ پس عبادت کی کثرت، تہجد اور ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ کرو اور اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کرو۔ مَیں بتا چکا ہوں کہ ابھی ہماری جماعت میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جنہوں نے خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہوں اور پھر جو اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہیں ان میں سے بھی ایک حصہ ایسا ہے جو اپنے فرائض کو نہیں سمجھتا....

☆ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ بھی رکھا ہے جس سے خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے کہ آپ کی اولاد اسماعیلی نمونہ کو اختیار کرے اور دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے۔ اس کے بعد خدا انہیں زیادہ دے تو وہ زیادہ قبول کر لیں اور اگر کم دے تو کم پر راضی رہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت میں سے بعض فاقہ زدہ نبی بھی ہوئے ہیں اور حضرت سلیمانؑ جیسے بادشاہ بھی گزرے ہیں جن کے لشکروں اور نوکروں کی تعداد ہی ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ جماعت کے سفلی طبع لوگ یا منافق طبقہ ان کو تو ادنیٰ نگاہ سے دیکھتا ہے جو دین کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی تعریف کرتا ہے جو دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کا ایک حصہ جاہل ہے اور دوسرا منافق جو اس طرح جماعت کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا فعل ایک دن ایسے سب لوگوں کو خس کم جہاں پاک کر دے گا۔ کیونکہ مومنوں کا دَور ابھی آنا ہے۔ بہرحال میں جماعت کو یہ انتباہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس بارہ میں ہماری جماعت خطرناک کوتاہی کا ارتکاب کر رہی ہے۔ دین کی خدمت کے لئے جتنے لوگوں کو اپنی زندگی وقف کرنی چاہئے اتنے لوگ اپنی زندگی وقف نہیں کر رہے اور پھر جو زندگی وقف کرتے ہیں وہ بھی اپنے فرائض کو پورے طور پر ادا نہیں کر رہے۔ حالانکہ جب تک اس امر کی طرف توجہ نہیں ہوگی ہمارا کبھی بھی وہ پیمان پورا نہیں ہو گا جو ہم خدا کے ساتھ بیعت کے وقت کرتے ہیں۔ اور جب تک ہم اپنے پیمان کو پورا نہیں کرتے اس وقت تک خدا تعالیٰ کا ہمارے متعلق جو عہد ہے اس کے بھی ہم کبھی حقدار نہیں ہو سکتے۔

☆ اب مَیں پھر نفسِ مضمون کی طرف آتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ نتیجہ ہے لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اہل مکّہ سے احسان اور سلوک اسی لئے کیا تھا کہ وہ ہماری عبادت کرتے۔ آخر کیا حق تھا ان کا ہم پر کہ ہم دوسروں کے مقابلہ میں ان سے نمایاں سلوک کرتے۔ کیا یورپ والے ہمارے دشمن تھے۔ کیا ہندوستان والے ہمارے دشمن تھے؟ کیا حبشی ہماری مخلوق نہیں تھے؟ پھر کیوں ہم نے ان کی ترقی کا خاص سامان کیا؟ اسی لئے کہ وہ ہمارے گھر کے پاس رہتے ہیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ انہیں روٹی کی تکلیف ہو اور وہ اس مقام کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ مگر دیکھو ہم تو انہیں روٹی دیتے رہے مگر انہوں نے ہمارا خیال نہ رکھا حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ اس احسان کے بدلے میں وہ رَبُّ الۡبَیۡت کی عبادت کرتے اور ہمارے احسانات کی قدر کرتے۔

☆ یہاں رَبُّ الۡبَیۡت کیوں کہا ہے؟ صرف بَیۡت کیوں نہیں کہا۔ اس لئے کہ قرآن کریم اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی بے جان چیز اپنے اندر طاقتیں رکھتی ہے۔ وہ طاقتوں کا مالک صرف خدا تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔ پس توحید کامل کا سبق دینے کے لئے یہاں رَبُّ الۡبَیۡت کے الفاظ رکھے گئے ہیں۔ یعنی مکّہ والے یہ سمجھ رہے ہیں کہ اِس بیت کی وجہ سے انہیں یہ اعزاز حاصل ہوا ہے۔ حالانکہ یہ اعزاز انہیں بَیت کی وجہ سے نہیں بلکہ رَبُّ الۡبَیۡت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ گویا نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ تم یہ مت سمجھو کہ خانۂ کعبہ نے کچھ کیا ہے۔ خانۂ کعبہ کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ مٹی کا ایک مکان ہے اور اس میں یہ طاقت ہرگز نہیں کہ وہ کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکے۔ اس گھر کا ربّ ہے جو سب طاقتوں کا مالک ہے۔ احادیث میں آتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ طواف کر رہے تھے کہ آپ حجرِ اسود کے پاس سے گزرے اور آپ نے اسے اپنی سوٹی ٹھکرا کر کہا مَیں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے اور تجھ میں کچھ بھی طاقت نہیں۔ مگر میں خدا کے حکم کے ماتحت تجھے چومتا ہوں۔ یہی جذبۂ توحید تھا جس نے ان کو دنیا میں سربلند کیا۔ وہ خدائے واحد کی توحید کے کامل عاشق تھے۔ وہ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ اس کی طاقتوں میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ بے شک وہ حجرِ اسود کا ادب بھی کرتے تھے مگر اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے کہا ہے اس کا ادب کرو۔ نہ اس لئے کہ حجرِ اسود کے اندر کوئی خاص بات ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خدا تعالیٰ ہمیں کسی حقیر سے حقیر چیز کو چُومنے کا حکم دے دے تو ہم اس کو چُومنے کے لئے بھی تیار ہیں کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں، کسی پتھر یا مکان کے بندے نہیں۔ پس وہ ادب بھی کرتے تھے اور توحید کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتے تھے اور یہی ایک سچے مومن کا مقام ہے۔ ایک سچا مومن بیتُ اللہ کو ویسے ہی پتھروں کا ایک مکان سمجھتا ہے جیسے دنیا میں اور ہزاروں مکان پتھروں کے بنے ہوئے ہیں۔ ایک سچا مومن حجرِ اسود کو ویسا ہی پتھر سمجھتا ہے جیسے دنیا میں اور کروڑوں پتھر موجود ہیں مگر وہ بیتُ اللہ کا ادب بھی کرتا ہے، وہ حجرِ اسود کو چومتا بھی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرے رب نے ان چیزوں کے ادب کرنے کا مجھے حکم دیا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ اس مکان کا ادب کرتا ہے، باوجود اس کے کہ وہ حجرِ اسود کو چومتا ہے، پھر بھی وہ اس یقین پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتا ہے کہ میں خدائے واحد کا بندہ ہوں، کسی پتھر کا نہیں۔ یہی حقیقت تھی جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار فرمایا۔ آپ نے حجر اسود کو سوٹی ماری اور کہا مَیں تیری کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ تُو ویسا ہی پتھر ہے جیسے اور کروڑوں پتھر دنیا میں نظر آتے ہیں۔ مگر میرے رب نے کہا ہے کہ تیرا ادب کیا جائے اس لئے میں ادب کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور اس پتھر کو بوسہ دیا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ خدا نے تیرا ادب سکھایا ہے اس لئے مَیں ادب کرتا ہوں ورنہ تیرے اندر ذاتی طور پر کوئی ایسی طاقت نہیں جس کی بناء پر تجھے چوما جا سکے۔ جب اس احساس کے ساتھ ہم حجرِ اسود کو چومتے ہیں کہ ہمارے خدا نے اس کو چومنے کا حکم دیا ہے ورنہ وہ ایک معمولی پتھر ہے تو ہم توحید پر قائم ہوتے ہیں۔ اور جب ہم اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس پتھر کو کسی خاص خوبی کا مالک سمجھ لیتے ہیں تو ہمارا یہی فعل مشرکانہ فعل بن جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو چوما مگر وہ مشرک نہیں تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ حجر اسود اپنی ذات میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ میرے رب کا حکم مجھے لایا اور میں نے اسے چوما۔ لیکن اگر کوئی دوسرا شخص حجر اسود کو چومتا ہے اور دل میں سمجھتا ہے کہ حجر اسود میں کوئی

خاص بات ہے جس کی وجہ سے اسے چوما جاتا ہے تو وہی شخص مشرک بن جائے گا۔ اگر ایک شخص خانہ کعبہ کا اس لئے طواف کرتا ہے کہ میرے خدا نے اس کے طواف کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ بڑا موحّد ہے۔ اور اگر کوئی شخص خانۂ کعبہ کا اس لئے طواف کرتا ہے کہ اس گھر میں کوئی خاص طاقت ہے تو وہ مشرک ہے۔ یہی مضمون اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ تم سمجھتے ہو اس بَیت کی وجہ سے تمہیں یہ اعزاز حاصل ہوا ہے۔ احمقو! یہ سب کچھ اس بَیت نے نہیں کیا بلکہ رَبُّ الْبَیْت نے کیا ہے۔ اس گھر کو تو خدا نے محض ایک علامت کے طور پر مقرر کیا ہے۔ جیسے پرانے زمانہ میں دستور تھا کہ بادشاہ کسی بکرے یا اونٹ وغیرہ پر اپنا نشان لگا کر اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے اور کسی کی طاقت نہیں تھی کہ اس کو نقصان پہنچا سکے اور اگر کوئی اس کو نقصان پہنچاتا تو اس کے معنے یہ ہوتے تھے کہ بادشاہ کی ہتک کی گئی ہے۔ چنانچہ جب کوئی مخالف بادشاہ اس بکرے یا اونٹ کو مار ڈالتا تو اس سے لڑائی شروع ہو جاتی تھی۔ اس لئے نہیں کہ اس نے اونٹ کو مارا ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس نے گھوڑے کو مارا ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس نے بکرے کو مارا ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس نے دنبہ کو مارا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ بادشاہ یہ سمجھتا تھا کہ اس نے میری ہتک کی ہے۔ اسی طرح بَیتُ اللہ کو خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی امّت کے لئے ایک مرکز اور اولادِ ابراہیمؑ کو جمع رکھنے کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔ پس وہ خدا کی ایک علامت ہے جو دنیا میں پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ اس گھر میں کوئی خاص بڑائی پائی جاتی ہے تو وہ مشرک ہے اور اگر کوئی شخص اس کی یہ سمجھ کر ہتک کرتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ نشانی نہیں تو وہ خدا کا بھی دشمن ہے۔ ایک سے وہ معاملہ کیا جائے گا جو مشرکوں سے کیا گیا اور دوسرے سے وہ معاملہ کیا جائے گا جو اصحاب الفیل سے کیا گیا۔ صرف اسی شخص کا نقطۂ نگاہ صحیح سمجھا جائے گا جو یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ کیا رَبُّ الْبَیْت نے کیا ہے۔ بَیت نے نہیں کیا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۔ جو کچھ مکّہ والوں سے سلوک ہو رہا ہے اس کی وجہ ربُّ البیت کے سوا کوئی نہیں۔ اگر اس گھر کا کوئی ربّ نہ تھا تو اصحاب الفیل کو کس نے تباہ کیا۔ اگر ربُّ البیت نہ تھا تو مکّہ کی حفاظت اس طرح صدیوں تک کس نے کی۔ اگر ربُّ البیت نہ تھا تو مکّہ والوں کو رزق کس نے مہیا کیا۔ اگر ربُّ البیت نہ تھا تو ان کے ان سفروں میں یہ برکات کس طرح رکھی گئیں۔ اگر ربُّ البیت نہ تھا تو آنے والے موعود کی یاد دلانے کے لئے جس کی خاطر یہ گھر بنایا گیا تھا مکّہ والوں کو ان ملکوں سے کس نے روشناس کروایا۔ پس جب تمہارے ساتھ جو کچھ سلوک کر رہا ہے خدا تعالیٰ کر رہا ہے تو یہ کیسی قابلِ شرم حرکت ہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر لات اور منات اور عُزّیٰ کی پرستش کر رہے ہو اور سمجھتے ہو کہ خانۂ کعبہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ہم جو جی چاہے کر لیں۔ ہمارے لئے جائز ہے۔ تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس خانۂ کعبہ کی عزت بھی ربُّ البیت کی وجہ سے ہے اور جب اس کی عزت بھی ربُّ البیت سے وابستہ ہے اور اسی نے تم کو ترقیات بخشی ہیں تو کیا تمہارا فرض نہیں کہ تم شرک چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ گویا عبادت اور توحید دونوں پر اس آیت میں زور دیا گیا ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ جھوٹے معبودوں اور مندروں اور پجاریوں کی بھی تو دنیا میں عزت کی جاتی ہے۔ پھر کیا وہ عزت بھی اس بات کا ثبوت ہوتی ہے کہ بتوں نے ان کو عزت دی ہے۔ یعنی تم یہ کہتے ہو کہ اس خانۂ کعبہ کی عزت ربُّ البیت کی وجہ سے ہے حالانکہ دنیا میں ایسے مندر بھی موجود ہیں جن کی بڑی عزت کی جاتی ہے پھر کیا ان کی عزت بھی ان کے بتوں کی طرف منسوب ہو سکتی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان بتوں نے ان کو عزت دی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جھوٹی اور سچی چیزیں ایک ہی وقت میں دنیا میں موجود رہتی ہیں۔ سونا بھی موجود ہوتا ہے اور ملمّع بھی موجود ہوتا ہے مگر کیا ملمّع کی وجہ سے لوگ سونے کو چھوڑ دیا کرتے ہیں؟ اسی طرح دنیا میں سِیپ کے بنے ہوئے موتی بھی موجود ہیں۔ اور اصلی موتی بھی موجود ہیں۔ نقلی ہیرا بھی موجود ہے اور اصلی ہیرا بھی موجود ہے۔ ایسی صورت میں ہم کیا کرتے ہیں۔ کیا ہم اصلی چیزوں کو چھوڑ دیا کرتے ہیں یا ہم یہ کیا کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ایسی امتیازی علامات ہیں جن پر پرکھ کر ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ جھوٹا کونسا ہے اور سچا کونسا ہے۔ ہم جھوٹے موتیوں کی وجہ سے اصلی موتیوں کو چھوڑا نہیں کرتے۔ ہم جھوٹے ہیروں کی وجہ سے اصلی ہیروں کو چھوڑا نہیں کرتے۔ ہم جھوٹے سونے کی وجہ سے اصلی سونے کو چھوڑا نہیں کرتے۔ بلکہ ہم یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ایسے امتیازی نشانات ہیں جن پر پرکھ کر ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ نقلی چیز کونسی ہے اور اصلی چیز کونسی۔ اسی طرح اس معاملہ میں بھی ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ یہ عزت جو خانۂ کعبہ کو حاصل ہوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی یا نہیں اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی تو اس کا امتیازی نشان کیا تھا جو اسے دوسرے معبدوں اور مندروں سے ممتاز کر دے۔

اسی کو ایک اَور مثال سے یوں سمجھ لو کہ ماں باپ بچے کو پالتے ہیں اور ماں باپ کی خدمت بچہ سے طبعی محبت کا ثبوت ہوتی ہے لیکن بعض دفعہ ٹھگ بچہ چرا کر لے جاتے ہیں اور بچہ کو آئندہ کی شرارت کی غرض سے پالتے ہیں۔ وہ اس کو بداخلاق، چور اور ڈاکو بنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر بہرحال وہ پالتے محبت سے ہیں۔ اگر ماں باپ کی طرح محبت سے نہ پالیں تو وہ فوراً بھاگ جائے۔ گویا وہ محبت تو کرتے ہیں مگر ان کی محبت جھوٹی ہوتی ہے۔ اب کیا ان کا پالنا اس امر کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ماں باپ کو بھی بچہ سے محبت نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اصلی اور نقلی چیزوں میں بڑا بھاری فرق پایا جاتا ہے اسی طرح جھوٹے معبودوں اور مندروں اور پجاریوں کی عزت اور اس عزت میں بڑا بھاری فرق ہے جو خانۂ کعبہ کو حاصل ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ خانۂ کعبہ اتفاقی طور پر معزز نہیں ہوا بلکہ خانۂ کعبہ کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے الہام سے رکھی گئی۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ یہ سب سے پہلا گھر تھا جو سب دنیا کے فائدہ کے لئے بنایا گیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ پرانے زمانے کے قومی مذہب ایسا گھر نہیں بنا سکتے جو سب دنیا کے لئے ہو۔ ایسا گھر خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے اور اسی کے الہام سے مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد زمانۂ ابراہیمی میں پھر خدا تعالیٰ کے الہام کے مطابق اس کی عمارت کی تجدید ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مَیں خدا کے لئے اس گھر کو بناتا ہوں اور اس لئے بناتا ہوں کہ یہاں لوگ آئیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے گھر کا طواف کریں، عبادت اور ذکر الٰہی میں اپنا وقت بسر کریں اور آنے والوں کی خدمت کریں۔ پھر انہوں نے دعا کی کہ خدایا تُو بھی اس گھر کو امن دیجیئو اور اس کے رہنے والوں کو اپنے پاس سے رزق دیجیئو اور پھر ان میں سے ایک نبی پیدا کیجیئو جو انہیں تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔ انہیں کتاب اور حکمت سکھائے۔ اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرے۔ یہ دعا تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے وقت کی۔ اُس وقت کی جب خانۂ کعبہ کی ترقی کے کوئی آثار نہ تھے۔ اس وقت کی جب اس کی آبادی کے کوئی آثار نہ تھے۔ اُس وقت کی جب وہ محض ایک وادی غیر ذی زرع تھے۔ اُس وقت کی جب اس میں پانی کا ایک گھونٹ اور گندم کا ایک دانہ بھی موجود نہیں تھا۔ پس اس کے بعد خانۂ کعبہ کی جو کچھ ترقی ہوئی اسے یقیناً ہم اس دعا اور پیشگوئی کی طرف منسوب کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سلوک محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اس کے مقابلہ میں دنیا میں بیشک لاکھوں مندر موجود ہیں مگر کیا ان میں سے کوئی ایک مندر بھی ایسا ہے جس کی ترقی کسی پیشگوئی کے ماتحت ہوئی ہو؟ یا کیا ان مندروں میں سے کوئی ایک مندر بھی ایسا ہے جس کو ماننے والے آج ہی اس قسم کی پیشگوئی دنیا میں شائع کر سکیں؟ اگر ان میں ہمت اور طاقت ہے تو وہ ایسی پیشگوئی کریں اور پھر دیکھیں کہ اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

یوں کسی مندر کی عزت ہونا اور بات ہے اور پیشگوئی کے ماتحت عزت ہونا اور بات ہے۔ اگر ایک شخص کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے قبل از وقت کہہ دیتا ہے کہ ابھی زید آئے گا اور پھر واقعہ میں زید آجاتا ہے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ دیکھو میری بات پوری ہوگئی۔ لیکن ایک اور شخص جو چپ کر کے بیٹھا رہتا ہے اگر وہ کہے کہ دیکھو میری بات پوری ہو گئی زید آ گیا ہے تو ہر شخص اس پر ہنسے گا کہ تم نے یہ بات ہی کب کی تھی کہ زید کے آنے پر تم کہہ رہے ہو کہ میری بات پوری ہو گئی ہے۔ اسی طرح خانۂ کعبہ کی بنیاد رکھتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پیشگوئی کی۔ اس میں یہ بھی ذکر تھا کہ خانہ کعبہ ترقی کرے گا۔ یہ بھی ذکر تھا کہ لوگ یہاں حج اور طواف کے لئے آئیں گے۔ یہ بھی ذکر تھا کہ لوگ یہاں بسیں گے۔ یہ بھی ذکر تھا کہ اس گھر کو محفوظ رکھا جائے گا اور کوئی دشمن اسے تباہ نہیں کر سکے گا۔ یہ بھی ذکر تھا کہ اس مقام پر رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جائے گا۔ جب ایک ایک کر کے تمام پیشگوئیاں پوری ہو گئیں اور پھر مخالف حالات میں پوری ہوئیں تو یقیناً ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا اپنی ذات میں اس بات کا ثبوت ہے کہ خانۂ کعبہ سے جو کچھ سلوک ہوا وہ اتفاقی نہیں تھا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ لیکن دوسرے مندروں میں سے اگر کسی کو کوئی عزت حاصل ہوئی ہے تو چونکہ اس کے ساتھ کوئی پیشگوئی نہیں تھی اس لئے اسے محض اتفاق پر محمول کیا جائے گا۔ پھر خانۂ کعبہ کا محل وقوع دیکھ لو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسی جگہ یہ گھر بنایا جہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسی جگہ یہ گھر بنایا جس کے اردگرد بھی میلوں میل تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ حضرت ابراہیم السلام نے ایک ایسی جگہ یہ گھر بنایا جہاں پانی موجود نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسی جگہ یہ گھر بنایا جہاں کھیتی موجود نہیں تھی۔ گویا خدائی ہاتھ کا ثبوت دینے کے لئے جو جگہ ہر قسم کی ترقی کے سامانوں سے محروم تھی وہی جگہ اس گھر کے لئے تجویز کی گئی۔ پانی آبادی کے لئے ضروری ہوتا ہے مگر وہاں پانی نہیں تھا۔ کھیتی آبادی کے لئے ضروری ہوتی ہے مگر وہاں کھیتی نہیں تھی۔ شہر اور اردگرد کی آبادی آبادی کے لئے ضروری ہوتی ہے مگر وہاں نہ کوئی شہر تھا اور نہ اس کے اردگرد کوئی آبادی تھی۔ ان حالات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر دنیا میں یہ اعلان کرنا کہ یہاں لوگ آئیں گے اور حج بیت اللہ کریں گے اور پھر لوگوں کا وہاں آنا اور حج بیت اللہ کرنا اور ایک غیر آباد مقام کا آباد ہو کر ایک بہت بڑا شہر بن جانا بتاتا ہے کہ جو کچھ ہوا ربُّ البیت کی طرف سے ہوا۔ اس کے مقابلہ میں اتفاقی طور پر اگر کسی مندر کو شہرت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ ہرگز اس مندر کے کسی بُت کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کب اس مندر کی عظمت کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی۔ کب یہ کہا گیا تھا کہ اس کی لوگوں میں شہرت ہو جائے گی اور کب کسی قوم اور مذہب نے اس دعویٰ کی سچائی پر اپنی عزت اور اپنی سچائی کی بازی لگائی تھی۔ پس اسے اگر شہرت حاصل ہوئی ہے تو محض اتفاقی طور پر۔ جیسے لنڈن ایک بہت بڑا شہر بن گیا۔ مگر اس کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں تھی۔ نیویارک ایک بہت بڑا شہر بن گیا مگر اس کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں تھی۔ بے شک وہ بہت بڑے شہر ہیں مگر ان کی ترقی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر لنڈن سے پچاسویں حصہ کے برابر بھی کوئی شہر اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق آباد ہوتا ہے تو ہم اسے اللہ تعالیٰ کا نشان قرار دیں گے۔ پس کسی مندر کی مقبولیت اور خانۂ کعبہ کی مقبولیت میں بڑا بھاری فرق ہے۔ خانہ کعبہ کی مقبولیت خدائی پیشگوئیوں کے مطابق ہوئی ہے لیکن مندروں کی مقبولیت محض ایک اتفاقی امر ہے۔ جس طرح سونے کے مقابلہ میں ملمّع ہوتا ہے اسی طرح خانہ کعبہ کی عظمت کے مقابلہ میں کسی مندر کی عظمت یا اس کی ترقی بھی ایک ملمّع سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۔ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔

☆ اس آیت نے اس مضمون کو بالکل واضح کر دیا ہے جس پر میں شروع سے زور دیتا چلا آرہا ہوں۔ میں نے بتایا تھا کہ یہاں اصل ذکر خدا کی خدائی اور اس کی طاقت و قوت اور اس کے فضل اور احسان کا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ خدا ہی ہے جس نے رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ کی محبت پیدا کی اور وہ خدا ہی ہے جس نے انہیں سفر کی سہولتیں مہیا کر کے عزت اور شہرت دی۔ اب اس آیت میں اوپر کے اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب قریش پر ہم نے اس قدر احسانات کئے ہیں تو کیا ان کا فرض نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اس خدا کی عبادت اَلَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ جس خدا نے انہیں بھوک پر کھانا کھلایا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیا۔

☆ عربی زبان میں یہ قاعدہ ہے کہ کبھی اشارۂ قریب کا ذکر پہلے آجاتا ہے اور اشارۂ بعید کا ذکر بعد میں آتا ہے، اور کبھی ترتیب کلام کو مدنظر رکھا جاتا اور اسی کے مطابق اشارہ لایا جاتا ہے۔ یہ دونوں طریق عربی زبان میں مروّج ہیں اور دونوں طرح ضمائر کا استعمال ہوتا ہے۔ اس جگہ اشارۂ قریب کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور اشارۂ بعید کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے۔ اشارۂ قریب لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ تھا اور اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ قریش بھوکے مرتے تھے ہم نے انہیں روٹی کھلائی۔ پس چونکہ روٹی کا قریب میں ذکر آتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے روٹی کا ہی ذکر کیا اور فرمایا اَلَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ۔ اس کے بعد دوسرا اشارہ جو اشارۂ بعید ہے سورۃ الفیل کی آخری آیت فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ

مَّاْكُوْلٍ کی طرف تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ اور اس کے لشکر کو بھوسہ کی طرح اڑا دیا۔ اگر ابرہہ کے لشکر کا کُلّی استیصال نہ کیا جاتا تو یمن سے مکّہ کو مستقل خطرہ رہتا اور یمن کا سفر مکّہ والوں کے لئے بالکل ناممکن ہو جاتا۔ اسی طرح یمن سے لڑائی کی وجہ سے شام کا سفر بھی ناممکن ہو جاتا کیونکہ یمن بھی روم کا صوبہ تھا۔ پس چونکہ اس صورت میں مکّہ والوں کے لئے یہ دونوں سفر ناممکن ہو جاتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا پُر ہیبت نشان دکھایا کہ یمن کی مسیحی حکومت بالکل تباہ ہوگئی اور شام پر بھی رعب طاری ہو گیا اور مکّہ والوں کے دونوں سفر قائم رہے۔ پس چونکہ یہاں اشارہ بعید فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ کی طرف تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے اس احسان کا ذکر کرنا چاہتا تھا جو اس نے اصحاب الفیل کو تباہ کر کے مکّہ والوں پر کیا اس لئے اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ کا ذکر اس نے اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ کے بعد کیا۔

☆ اس آیت نے سورۃ الفیل کی آخری آیت کی طرف اشارہ کر کے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ کے جو مختلف معانی کئے گئے ہیں وہ سب کے سب درست ہیں۔ یعنی اس سورۃ میں ایک مستقل مضمون بھی بیان کیا گیا ہے اور اس میں پہلی سورۃ کے مضمون کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اَلَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ نے سورۃ اِیلاف کے مستقل مضمون کی طرف اشارہ کر دیا اور اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ نے سورۃ الفیل کی طرف اشارہ کر دیا۔ گویا یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل کو ایلافِ قریش کی غرض سے تباہ کیا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ان کے دلوں میں رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ کے متعلق رغبت پیدا کی تا کہ ان کو روٹی مل جائے اور مکّہ میں اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ اپنے ان دونوں انعامات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم اس خدا کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا۔ جو تمہارے قافلوں کو شام اور یمن کی طرف لے گیا اور اس طرح اس نے تمہارے لئے روٹی کا سامان کیا۔ اسی طرح تم اس خدا کی عبادت کرو جس نے تمہارے خوف کو امن سے بدل دیا۔ یعنی اصحاب الفیل جب حملہ کر کے آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ کیا اور تمہارے لئے اس نے امن کی صورت پیدا کی۔

☆ مِنْ جُوْعٍ میں مِنْ کا لفظ کیوں رکھا گیا ہے اور جُوْعٍ پر تنوین کیوں آئی ہے؟ اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں اور دونوں ہی اس جگہ چسپاں ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ تنوین تعظیم کے لئے آتی ہے۔ اگر اس امر کو مدّنظر رکھا جائے تو اَلَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ کے یہ معنی ہوں گے کہ اے اہل مکّہ ہم نے تم کو ایک ایسی خطرناک بھوک سے بچایا ہے جس سے تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ ایک وادی غیر ذی زرع میں پڑے ہوئے تھے۔ ایسے غیر آباد خطہ میں رہتے ہوئے وہ بھوک کی موت سے کہاں بچ سکتے تھے۔ طائف میں بے شک باغات وغیرہ تھے اور وہاں کسی قدر زراعت بھی ہوتی تھی مگر یہ زراعت بہت ناکافی تھی۔ مکّہ کے صرف چند امراء خاندان ہی ایسے تھے جن کو طائف سے غلّہ آتا تھا۔ باقی لوگوں کے لئے یا تو یمن سے غلہ آتا تھا یا مدینہ اور اس کے نواحی علاقہ سے آتا تھا بلکہ بعض دفعہ شام سے بھی لانا پڑتا تھا۔ زیادہ تر یمن سے ہی مکّہ میں غلّہ آتا تھا۔ اسی طرح کبھی کبھار حبشہ سے بھی آ جاتا تھا۔ پس اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ میں اللہ تعالیٰ اس امر کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ تمہارا جائے وقوع ایسا تھا کہ تمہیں معمولی روٹی بھی کھانے کے لئے میسر نہیں آ سکتی تھی مگر ہم نے محض اپنے فضل سے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ تمہیں بافراغت کھانا میسر آ گیا اور تم بھوک کی تکلیف سے بچ گئے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں مِنَ الْجُوْعِ نہیں فرمایا اگر مِنَ الْجُوْعِ ہوتا تو اس کے معنے محض بھوک کے ہوتے مگر مِنْ جُوْعٍ کے یہ معنے ہیں کہ ایسی شدید بھوک جس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اٰمَنَهُمْ مِّنَ الْخَوْفِ نہیں فرمایا بلکہ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ فرمایا ہے۔ اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم نے صرف خوف دور نہیں کیا بلکہ ایسا شدید خوف دور کیا جس نے تمہاری بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔

غرض تنوین چونکہ تعظیم کے لئے آتی ہے اس لئے مِنْ جُوْعٍ کے یہ معنے ہوں گے کہ ایسی بھوک جس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اور مِنْ خَوْفٍ کے یہ معنے ہوں گے کہ ایسا خطرناک خوف جس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ چنانچہ اصحاب الفیل کے واقعہ میں مَیں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عبدالمطلب نے ابرہہ سے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ ہم میں تم سے لڑنے کی کوئی طاقت نہیں۔ اگر یہ خدا کا گھر ہے تو وہ آپ اس کو بچاتا پھرے۔ پھر ہذیل اور بنو کنانہ نے بھی متفقہ طور پر غور کرنے کے بعد اہل مکّہ کو یہی مشورہ دیا تھا کہ ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے تم ابرہہ اور اس کے لشکر کے سامنے ہتھیار ڈال دو تا کہ وہ جو چاہے کر لے۔ یہ کتنا بڑا خوف ہے کہ ایک قوم کی قوم ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار ہو گئی۔ یہی حکمت ہے جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے یہاں مِنَ الْخَوْفِ نہیں بلکہ مِنْ خَوْفٍ فرمایا ہے۔ یعنی میں نے ایک عظیم الشان خوف سے تم کو بچایا۔

لیکن جہاں تنوین تعظیم کے لئے آتی ہے وہاں عربی زبان میں تنوین تحقیر کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ اگر اس استعمال کو مدنظر رکھا جائے تو پھر مِنْ جُوْعٍ کے یہ معنے ہوں گے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بھوک اور مِنْ خَوْفٍ کے یہ معنے ہوں گے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ خوف۔ یعنی ہم نے اتنی فراوانی اور کثرت کے ساتھ رزق دیا کہ مکّہ والے چھوٹی سے چھوٹی بھوک سے بھی نجات پا گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل اور کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے مکّہ والوں کو ایک ایسی خطرناک جگہ رکھ کر جہاں روٹی کا کوئی سامان نہ تھا ہر فرد کے لئے روٹی مہیا کر دی۔ حقیقتاً اگر غور کیا جائے تو یہ بڑے بھاری انعام اور فضل کا ثبوت ہے کہ ایسے خطرناک مقام پر رکھ کر اس نے ہر ایک کو روٹی مہیا کی۔ ہر ایک کو بافراغت رزق دیا۔ یہاں تک کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ بھوک کی تکلیف سے بھی محفوظ ہو گئے۔ اسی طرح اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ کے یہ معنے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے مکّہ والوں کو ادنیٰ سے ادنیٰ خوف سے بھی نجات دی۔ یعنی ابرہہ اور اس کے لشکر کو اس نے حرم کی حدود میں داخل ہی نہیں ہونے دیا۔ باہر ہی اس کا خاتمہ کر دیا۔ اگر وہ مکّہ میں داخل ہو جاتا اور منجنیقوں سے پتھر برسانے لگتا تو کچھ نہ کچھ خوف اہلِ مکّہ کو ضرور ہوتا جیسے رسول کریم ﷺ کے بعد جب حجاج بن یوسف نے مکّہ پر حملہ کیا تو روایات میں آتا ہے کہ ایک منجنیق کا پتھر خانۂ کعبہ کو بھی آ لگا اور اس کا کچھ حصّہ جل بھی گیا۔

☆ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر وہ اسی طرح ہوا تھا تو حجاج نے جب حملہ کیا اس وقت خانہ کعبہ کا کچھ حصہ کیوں جل گیا تھا اور کیوں اس کو پتھر بھی آ لگا؟ اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا ہے کہ اس کی نیت خانۂ کعبہ کو پتھر مارنے کی نہیں تھی اتفاقی طور پر وہ اسے آ لگا تھا۔ دوسرے آگ فوراً بجھا دی گئی تھی اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔ بہرحال جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اصحاب الفیل کی تباہی رسول کریم ﷺ کے لئے بطورِ ارہاص تھی اور خانۂ کعبہ کی حفاظت اپنی ذات میں اتنی مقصود نہیں تھی جتنی رسول کریم ﷺ کی حفاظت مقصود تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جس شان سے اس وقت نشان ظاہر ہوا اس شان کا نشان بعد میں ظاہر نہیں ہوا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس وقت اہل مکّہ کو ادنیٰ سے ادنیٰ خوف سے بھی بچایا اور ابرہہ کو وہیں مار دیا۔

☆ بعضوں نے کہا ہے کہ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ میں اس قحط کی طرف اشارہ ہے جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں پڑا۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب قریش مکّہ نے رسول کریم ﷺ کو بہت تنگ کیا اور سخت تکالیف پہنچائیں تو آپؐ نے دعا فرمائی کہ اَللّٰهُمَّ خُذْهُمْ بِسِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ یعنی اے اللہ تُو ان لوگوں کو ویسے ہی پکڑ جیسے یوسف کے زمانہ میں تو نے لوگوں کو قحط سے پکڑا تھا۔ اس پر مکّہ میں ایک شدید قحط پڑا۔ آخر وہی لوگ جو رسول کریم ﷺ کے شدید مخالف تھے انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے دعا کی جس پر کچھ اردگرد کے علاقہ میں بارشیں ہو گئیں۔ کچھ حبشہ کی حکومت نے وہاں غلہ بھجوا دیا اور اس طرح قحط دور ہوا۔ پس بعض لوگ کہتے ہیں کہ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ میں اسی قحط کی طرف اشارہ ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ واقعات سے یہ ثابت ہے کہ یہ سورۃ نہایت ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور وہ قحط جو مکّہ میں پڑا وہ شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے وقت پڑا۔ پس یہ آیت جب پہلے نازل ہو چکی تھی تو قحط کا اس کے ساتھ تعلق کیا ہوا۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ ان پر حجت کرتا ہے کہ اس نے ان کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ جو چیز ابھی ظاہر ہی نہیں ہوئی تھی وہ ان کے لئے حجت کس طرح ہو سکتی تھی۔

بہرحال اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے خالی سفروں کی طرف اشارہ نہیں۔ چنانچہ جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خانۂ کعبہ کی بنیاد رکھی تھی تو اس وقت آپ نے ایک دعا فرمائی تھی جس کا اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔

اسی طرح آپ نے یہ دعا کی تھی کہ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (ابراھیم 38)

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں کہ اے خدا تو اس گھر کو امن والا بنائیو اور مجھے اور میری اولاد کو شرک سے بچائیو۔ پھر کہتے ہیں اے خدا میں نے اپنی اولاد کو تیرے مکرم و محترم گھر کے پاس ایک ایسی جگہ لا کر بسا دیا ہے جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی محض اس لئے کہ وہ نمازوں کو قائم کریں اور تیرے ذکر میں مشغول رہیں فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ پس اے خدا تو خود لوگوں کے دلوں میں تحریک کر کہ وہ ان کی طرف جھکیں وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ اور انہیں کھانے کے لئے ہر قسم کے پھل عنایت فرما تا کہ یہ تیرا شکر ادا کرتے رہیں۔

اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کے لئے دو باتیں مانگی ہیں۔ امن اور رزق۔ اور پھر ذریعہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ امن اور رزق انہیں کس طرح ملے؟ آپ فرماتے ہیں یہ دونوں چیزیں انہیں حکومت اور تلوار کے زور سے نہ ملیں۔ بیشک دنیا میں حکومت کے زور سے امن بھی قائم ہو جاتا ہے اور حکومت لوگوں کا روپیہ بھی کھینچ کھینچ کر لے آتی ہے۔ مگر آپ فرماتے ہیں مَیں یہ پسند نہیں کرتا کہ انہیں اس رنگ میں یہ چیزیں ملیں۔ میری دعا اور التجا یہ ہے کہ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو اور وہ عقیدت کے ساتھ ان کی طرف جھکیں۔ گویا جو کچھ ملے زور اور طاقت سے نہ ملے بلکہ عقیدت اور محبت کی وجہ سے ملے۔ یہ کتنی کڑی شرطیں ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں لگا دی ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص جنگل میں جا کر یہ دعا کرے کہ خدایا مجھ پر بارش برسا۔ وہ میرے اردگرد نہ برسے۔ وہ صرف آدھ گھنٹہ برسے اور جب برس چکے تو فوراً اسی جگہ سے ایک درخت نکل آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی اولاد کو ایک جنگل میں لا کر بٹھا دیتے ہیں اور پھر دعا یہ کرتے ہیں کہ انہیں امن حاصل ہو۔ بھلا جنگل میں امن کہاں! جنگل میں تو یہی ہو سکتا ہے کہ کوئی بھیڑیا آئے اور چیر پھاڑ جائے یا کوئی ڈاکو آئے اور وہ لُوٹ لے۔ پھر وادئ غیر ذی زرع کہاں اور رزق کہاں! مگر وہ ایک جنگل میں اپنی اولاد کو بٹھا کر یہ دعا کرتے ہیں کہ خدایا انہیں رزق عطا فرما۔ گویا اللہ تعالیٰ سے وہ اپنی اولاد کے لئے دو چیزیں مانگتے ہیں۔ رزق بھی مانگتے ہیں اور امن بھی مانگتے ہیں اور مانگتے بھی وادئ غیر ذی زرع میں ہیں۔ مگر پھر یہیں پر بس نہیں کرتے بلکہ ایک اور شرط یہ عائد کرتے ہیں کہ انہیں رزق اور امن تو ملے مگر تلوار سے نہیں۔ حکومت اور طاقت کے زور سے نہیں بلکہ اس طرح کہ ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو اور وہ خود بخود عقید تمندانہ جذبات کے ساتھ ان کی طرف جھکتے چلے جائیں۔ یہ کتنی سخت اور کڑی شرائط ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا کے ساتھ لگائی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں وہ دو باتیں اپنی اولاد کی طرف سے بھی کہتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مکّہ میں رہیں گے اور دوسری یہ کہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہیں گے اور وہ عبادت توحید والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسی دعائے ابراہیمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے اَلَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔ اے مکّہ والو! ہم نے وہ وعدہ پورا کر دیا جو ہم نے ابراہیم کے ساتھ کیا تھا۔ اب کیا تمہارا فرض نہیں کہ تم بھی اس عہد کو پورا کرو جو تمہاری طرف سے تمہارے دادا ابراہیمؑ نے کیا تھا۔ یہ دو باتیں کہ وہ مکّہ میں رہیں گے اور عبادتِ خدا میں لگے رہیں گے اور عبادت بھی توحید والی کریں گے ہم نے نہیں کہی تھیں۔ ہم نے ابراہیمؑ سے یہ نہیں کہا تھا کہ اے ابراہیم چونکہ تُو ہم سے دو چیزیں مانگ رہا ہے ہم بھی تجھ سے وہ چیزیں مانگتے ہیں۔ ہم نے ابراہیم سے کوئی سودا نہیں کیا۔ بلکہ ابراہیم نے خود کہا کہ اے میرے ربّ! میں تجھ سے یہ سودا کرتا ہوں اور یہ سودا پیش کرنے والا تمہارا اپنا دادا تھا۔ اس کی بات کی پچ تو تمہیں زیادہ زیادہ ہونی چاہئے۔ ہم پر ابراہیم نے جو ذمہ داری رکھی تھی وہ ہم نے پوری کر دی۔ اَلَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔ اس نے

جہاں کہا تھا ہم نے رزق پہنچایا۔ اس نے کہا تھا کہ میری اولاد کو وادیٔ غیر ذی زرع میں رزق دیا جائے۔ سو ہم نے وادی غیر ذی زرع میں ہی تمہیں رزق دے دیا۔ اس نے کہا تھا کہ انہیں اس خطرناک مقام پر امن دیا جائے۔ سو ہم نے اس خطرناک مقام پر تمہیں امن دے دیا۔ اس نے کہا تھا کہ یہ رزق اور امن انہیں تلوار کے زور سے نہ ملے بلکہ لوگوں کی محبت اور پیار کے نتیجہ میں ملے سو ہم نے لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت قائم کر دی اور اب اسی محبت کے نتیجہ میں تمہیں رزق اور امن حاصل ہو رہا ہے۔ اب کیا تمہارا فرض نہیں کہ تمہارے دادا نے تمہاری طرف سے جو وعدہ کیا تھا کہ یہ اس گھر میں ہمیشہ کے لئے بس جائیں گے اور اس میں خالص تیری عبادت کو قائم کریں گے، تم اسے پورا کرو۔ ہم نے کتنے عرصہ تک اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اس کے مقابلہ میں تمہاری طرف سے بھی یہ وعدہ تھا کہ ہم مکّہ میں رہیں گے اور خدائے واحد کی پرستش بجا لائیں گے تم ہزاروں سال سے شرک کرتے چلے آرہے ہو مگر ہم نے تمہیں کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ تم کہہ سکتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تعلیم نہیں پہنچی۔ لیکن اب تو محمد رسول اللہ ﷺ تمہاری طرف بھیج دیئے گئے ہیں اور وہ تمہیں خدائے واحد کی طرف بلا رہے ہیں۔ مگر اے ظالمو! تم اب بھی خدائے واحد کی طرف نہیں آرہے۔

(ماخوذ از تفسیرِ کبیر زیر سورۃ القریش)

بقیہ: حضرت مرزا خورشید احمد صاحب کی نماز جنازہ اور تدفین کی رپورٹ

از صفحہ 2

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مرحوم کے گھر کے سامنے سے ہوتا ہوا احاطہ قصر خلافت کے غربی دروازہ سے اندر داخل ہوا۔

ربوہ کے تمام محلہ جات میں خطبہ جمعہ کا وقت دوپہر 12:45 جبکہ مسجد مبارک میں خطبہ جمعہ کا وقت 1:15 مقرر کیا گیا تھا۔ تا کہ اہالیان ربوہ اپنے محلہ جات میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد مسجد مبارک پہنچ سکیں۔

مسجد مبارک میں نماز جمعہ مکرم و محترم سید محمود احمد شاہ صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے پڑھائی۔ اور اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر مکرم و محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر ابن حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

نماز کی ادائیگی کے بعد خدام کے حصار میں جنازہ تدفین کے لئے کندھوں پر لے جایا گیا۔ جنازہ مسجد مبارک سے کوارٹرز صدر انجمن احمدیہ اور پھر کوارٹرز کے شمالی گیٹ سے بہشتی مقبرہ دار الفضل لے جایا گیا۔ جس کے بعد قطعہ خاص میں تدفین ہوئی۔ تدفین کے بعد مکرم و محترم میر محمود احمد ناصر صاحب نے دعا کروائی۔ حضرت میاں صاحب کے جنازہ میں شرکت کے لئے نہ صرف قریبی اضلاع بلکہ پاکستان بھر کی جماعتوں سے نمائندگان تشریف لائے تھے۔ جنازہ کی حاضری چوبیس ہزار سے اوپر تھی۔ اس موقع پر مجلس خدام الاحمدیہ کے تین ہزار رضا کاران نے بھی جنازہ کے انتظامات اور حفاظتی اقدامات کے لئے خدمت کی توفیق پائی۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ واجعل مثواہ فی جنۃ اعلیٰ علیین

بقیہ: حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اور آپ کے آریہ مخالفین

از صفحہ 10

عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔‘‘

حضرت مرزا صاحب کی طرف سے متذکرہ بالا اشتہار میں شائع شدہ پیشگوئیوں کے بارے میں اپنی 25/مارچ 1893ء کی اشاعت میں اخبار انیس چند میرٹھ نے کچھ شکوک وشبہات کا اظہار کیا لیکن حضرت مرزا صاحب نے پیشگوئی کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب برکات الدُعا میں لکھا کہ

’’سو میں اس وقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا۔ اُسی طور سے کیا۔ میرا اس میں دخل نہیں۔ ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات باقی رہ جائیں گے۔ اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے۔ میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا اور پھر اصلی حالت صحت کی قائم ہوگئی تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی اور بلا شبہ ایک مکر اور فریب ہوگا کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں بلا شبہ میں اس سزا کے لائق ٹھہروں گا جس کا ذکر میں نے کیا ہے لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اس طور سے ہوا کہ جس میں قہر الٰہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو پھر سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔‘‘

(برکات الدعا صفحہ 2 تا 3۔ طبع اوّل)

حضرت مرزا صاحب اس عبارت میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

’’اگر میری طرف سے بنیاد اس پیشگوئی کی صرف اس قدر ہے کہ میں نے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام لے کر یہ پیشگوئی شائع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیش گوئی ہے وہ بھی تو ویسا کر سکتا ہے کہ انہی اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جو میں نے اس کے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس برس لکھ دے۔ لیکھرام کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ تیس برس ہوگی اور وہ جوان، قوی ہیکل، عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے پھر باوجود اس کے مقابلہ میں خود معلوم ہو جائے گا کہ کونسی بات انسان کی طرف سے ہے اور کون سی خدا تعالیٰ کی طرف سے ... اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اُسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دِلوں کو ہلا دے گا اور اگر اُس کی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلت ظاہر ہوگی اور اگر میں اُس وقت رکیک تاویلیں کروں گا تو یہ اور بھی ذلت کا موجب ہوگا۔‘‘

(برکات الدعا صفحہ 3 تا 4۔ طبع اوّل)

چوتھا الہام (کشف)

پنڈت لیکھرام صاحب کے بارے میں چوتھا الہام مرزا صاحب نے اپنی کتاب برکات الدُعا میں اِن الفاظ میں شائع کیا کہ

’’آج جو 2/اپریل 1893ء مطابق 14/ماہ رمضان 1310ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اِتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرے پر خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دِلوں پر طاری تھی اور میں اُس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے... تب میں نے اُس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام ... کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے... اور یہ یک شنبہ کا دن اور 4 بجے صبح کا وقت تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک‘‘

(برکات الدعا صفحہ 41)

پنڈت لیکھرام صاحب پر الٰہی عذاب کے ورد ہونے کی قطعیت پر ہر قسم کے شک وشُبہ کو ختم کرنے کے لئے مرزا صاحب نے 20/فروری 1893ء کو اشتہار ’’لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی‘‘ میں یہاں تک لکھ دیا کہ

’’اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اُس کی روح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نِکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسی ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے... اب آریوں کو چاہیے کہ سب مل کر دعا کریں کہ یہ عذاب اُن کے وکیل سے ٹل جائے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 373)

پانچواں الہام

اس روحانی مباہلے کے بارے میں مزید واضح کرنے والی خبر وہ عربی اشعار کے دو الہامی مصرعے تھے جنہیں مرزا صاحب نے اپنی کتاب کرامات الصادقین میں شائع کیا جو یہ تھے۔

’’وانّی انا الرحمن ناصِرُ حِزْبِہٖ‘‘

ترجمہ: اور میں ہی رحمن اپنی جماعت کی مدد کرنے والا اور جو شخص میرے گروہ میں سے ہو اسے غلبہ اور نصرت دی جائے گی۔

سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ

(کرامات الصادقین صفحہ 54)

ترجمہ: میرے رب نے مجھے بشارت دی اور بشارت دے کر کہا کہ تو عنقریب عید کے دن کو پہچان لے گا اور عید اس سے قریب تر ہوگی۔

اس طرح حضرت مرزا صاحب کے الہامی مصرعوں سے اس بات کا تعین ہو گیا کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے دن کا عید کے دن سے قریبی تعلق ہوگا۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: الفضل ڈائجسٹ

از صفحہ نمبر 18

چوہدری باغ دین باجوہؓ کا ذکر خیر کیا ہے۔

محترم چودھری نور احمد باجوہ صاحب ایک دانا اور بااخلاق انسان تھے۔ جو بھی آپ سے ملتا تھا آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ دس شرائط بیعت پر ہر لحاظ سے عمل کرنے والے ایک رحمدل، باعمل، باحیا انسان تھے۔ ہر رشتہ کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ کسی انسان کے لئے ان کے دل میں کینہ، بغض نہیں تھا۔ انہوں نے ساری زندگی کسی سے شکوہ نہ کیا اور نہ ہی کسی کو ان سے کوئی شکوہ تھا۔

دیانتدار ایسے تھے کہ آپ کے بڑے بھائی سندھ میں رہتے تھے لیکن انہوں نے اپنی ایک مربع گھوڑی پال زمین آپ کے سپرد کی ہوئی تھی۔ کسی نے شکایت کر دی کہ اس زمین کا مالک اس گاؤں میں موجود نہیں ہے لہٰذا یہ مربع ضبط کر لیا جائے۔ لیکن گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ زمین آپ کے نام لگا دی جائے۔ اس پر آپ نے کہا کہ یہ زمین میرے بھائی نے مجھے امانتاً دی ہوئی ہے اور اس پر اُن کا ہی حق ہے، میرا نہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے بھائی کو سندھ سے بلا کر وہ زمین اُن کے نام لگوا دی۔

آپ بہت رحمدل تھے۔ دروازہ پر کوئی فقیر آتا تو کہتے کہ اسے جلد کچھ دے دو، اس نے اگلے دروازے پر بھی جانا ہے۔ نہایت عبادت گزار تھے۔ زندگی کے آخری دن تک نماز تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ چندے باقاعدگی سے ادا کرتے۔ موصی تھے اور اپنے تمام بچوں کی وصیت بھی کروا دی تھی۔ آپ کی وفات پر معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے چندہ جات کی اضافی ادائیگی کی ہوئی تھی۔ خلافت کے عاشق تھے اور بہت اہتمام کے ساتھ خطبہ جمعہ سنتے تھے۔ بہت ہی شکر گزار، متوکّل اور انتہائی خوددار انسان تھے۔ آپ کی زندگی میں پریشانیاں بھی بہت آئیں لیکن کبھی حالات کی وجہ سے مزاج میں تلخی پیدا نہ ہوئی۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

Morden Motor (UK)

Specialists in Electrical & Mechanical

Repairs & Diagnostics, Servicing, Tyres, Exhausts, Engines, Gear Box, Breaks, MOT Failure work, A-C

All Makes & Models

Rear 22-26 Morden Hall Road, Unit 2 Morden SM4 5JF

Contact: Nusrat Rai@ 07809119621

E: mordenmotor@yahoo.com

بقیہ: خطاب حضور انور از صفحہ نمبر 4

بازار تشریف لے گئے، لوگ آپؐ کے دائیں بائیں تھے۔ آپؐ ایک چھوٹے کانوں والے مُردہ بکروٹے کے پاس سے گزرے، آپؐ نے اس کا کان پکڑ کر صحابہ سے فرمایا کہ تم میں کوئی اسے ایک درہم میں لینے کو تیار ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم اسے کیا کریں گے؟ ہمیں ہرگز یہ کسی چیز کے عِوَض لینا بھی گوارا نہیں۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ تم اسے لے لو؟ انہوں نے پھر جواب دیا کہ اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو چھوٹے کانوں کا عیب اس میں تھا۔ اب مردہ ہونے کی حالت میں بھلا اس کی کیا حیثیت ہوگی؟ اس پر آپؐ نے فرمایا ''خدا کی قسم! دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مردہ بکروٹے سے بھی زیادہ ذلیل اور حقیر ہے''۔ (صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب الدنیا سجن المومن... الخ حدیث 7418) اس لئے دنیاداری کے حصول میں نہ لگے رہو بلکہ ہمیشہ قُربِ الٰہی اور رضائے الٰہی کو ترجیح دو۔

مزید برآں دنیادار لوگوں میں یہ سوچ عام ہے کہ کسی حد تک تجارت اور کاروبار میں جھوٹ اور دھوکہ بازی جائز ہے۔ ایسا رویّہ بھی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ دنیا کو دین پر مقدم رکھا جا رہا ہے نہ کہ دین کو دنیا پر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے جھوٹ اور دھوکہ بازی کو گناہ قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو نصیحت فرمائی کہ سودا کرتے وقت کسی جھوٹ یا لغو بات کا بھی امکان ہوتا ہے اس لئے کوئی بھی سودا کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دینا چاہئے تاکہ ہر قسم کے ضرر سے محفوظ رہیں۔ (سنن النسائی کتاب الایمان والنذور باب فی اللغو والکذب حدیث 3830)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بازار میں تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

''اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار اور جو اس کے اندر ہے اس کی بھلائی کا طلبگار ہوں اور میں اس بازار اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! میں اس بات سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں کہ بازار میں کوئی جھوٹی قسم کھاؤں یا گھاٹے والا سودا کروں''۔ (مستدرک للحاکم کتاب الدعاء والتکبیر جلد 2 صفحہ 753 حدیث 1977 حدیث رافع بن خدیجؓ مکتبۃ نزار مصطفی الباز ریاض 2000ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ یاد دلاتے رہتے تھے کہ ایک تاجر دھوکہ کی بنیاد پر، اشیاء کی قیمت یا معیار کو بڑھا چڑھا کر تو بیچ سکتا ہے لیکن ایسی تجارت میں کوئی برکت نہیں پڑ سکتی۔ اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانتدار اور سچے مسلمان تاجر کو خوشخبری دی ہے کہ وہ قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(سنن الترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی التجار.. حدیث 1209)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کی اہمیت اور صلہ رحمی کی برکات پر بھی بہت زور دیا ہے۔ اس حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''صلہ رحمی یہ نہیں کہ رشتہ داروں کے حسن سلوک کا بدلہ دیا جائے۔ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ رشتہ توڑنے والے سے جوڑنے کی کوشش کرے۔'' (مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 373 حدیث 15703 مسند معاذ بن انسؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء) یقیناً آج یہ ایک انتہائی اہم اور زرّیں اصول ہے اور اگر ہمارے نوجوان اس اصول پر توجہ کریں تو بہت سے گھریلو مسائل ختم ہو جائیں۔ مخلوق کی ہمدردی کے حوالہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سب سے اعلیٰ تھا۔ آپ کبھی بھی کمزور اور حاجتمندوں کی مدد کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور یہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کرے گا اور اگر وہ کسی مسلمان بھائی کی مشکل دُور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی مشکلات دُور کرے گا اور اگر وہ اپنے مسلمان بھائی کی غلطی کی پردہ پوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی غلطیوں کی پردہ پوشی کرے گا۔ (صحیح البخاری کتاب المظالم والغضب باب لایظلم المسلم المسلم ولایسلمہ حدیث 2442)

ایک بہت اہم حدیث جس کا علم ہم سب کو ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ اور سلامت رہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ حدیث 10) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کو جاننے کے باوجود ہم میں سے بہت سے ان پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر لوگ اس تعلیم کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے تو نجّی سطح پر بھی اور معاشرتی سطح پر بھی نفرتوں اور تنازعات کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس حدیث میں مسلمانوں کو صرف یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں بلکہ یہ حدیث انہیں رفاہی کاموں کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے کیونکہ حدیث کے گہرے معانی تقاضا کرتے ہیں کہ مسلمان فعّال ہو کر انسانیت کی مدد اور خدمت کرے۔ اس کا اعلیٰ ترین نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود تھے جو ہر لحظہ خود اپنے ہاتھوں سے حاجتمندوں کی مدد کرنے کے لئے تیار رہتے اور معاشرے کے تمام محروم اور غیر محفوظ لوگوں پر پیار اور محبت کی بارش برساتے تھے۔

کئی مواقع پر غریب اور مستحق لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد جاتے وقت یا راہ چلتے روک لیا کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ چِڑتے اور نہ ہی بے صبری کا مظاہرہ کرتے بلکہ انتہائی محبت، لگن اور توجہ سے اُن کی باتوں کو سنتے اور اُنہیں حوصلہ دیتے اور ان کی مدد فرماتے۔ حقیقت میں ہمیں لازماً اس پاک نمونہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور ہمیں احساس ہونا چاہئے کہ ایک حقیقی مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے دُکھ اور درد کو اپنا سمجھنے والا ہے۔

گھر میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عملی نمونہ قائم فرمایا اور اپنے اہل و عیال کی روحانی اور اخلاقی ترقی کا خیال رکھا۔ مثال کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فیملی کو رات کے وقت نماز کے لئے جگاتے (صحیح البخاری کتاب الاعتکاف باب العمل فی العشر الآواخر من رمضان حدیث 2024) اور دوسرے مسلمانوں کو بھی تلقین فرماتے کہ ایسا کیا کریں۔ (سنن ابو داؤد ابواب قیام اللیل باب قیام اللیل حدیث 1308) پس ہمارے مَردوں کو نہ صرف خود مقررہ وقت پر نماز ادا کرنی چاہئے بلکہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ گھر کے افراد بھی بروقت نماز ادا کر رہے ہیں اور نمازِ فجر کے لئے اُٹھ رہے ہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کی طرف مجلس خدام الاحمدیہ کو خاص توجہ دینی چاہئے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل و عیال کے گھر میں بھی بہترین نمونہ قائم فرمایا اور عورتوں کے حقوق قائم فرمائے۔ بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیا کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ پیار، محبت اور شفقت سے پیش آیا کرے اور اُس کی عزت کیا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حسن سلوک میں بہتر ہے اور مَیں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں۔ (سنن الترمذی ابواب المناقب باب فی فضل ازواج النبیؐ حدیث 3895) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اوقات مرد اور عورت کے درمیان کسی عیب یا کسی عادت کی وجہ سے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو دوسرے میں کوئی عیب نظر آتا ہے یا اُس کی کوئی ادا ناپسند ہے تو کئی باتیں اس کی پسند بھی ہوں گی جو اچھی بھی لگیں گی، اُن کو مدّنظر رکھ کر ایثار کا پہلو اختیار کرتے ہوئے موافقت کی فضا پیدا کرنی چاہئے۔ (صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء حدیث 3645) اس تعلیم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہت ہی خوبصورت اور حکمت سے پُرنصیحت فرمائی کہ کس طرح اپنے گھروں میں امن و سکون قائم رکھا جا سکتا ہے۔

ایک مرد کا اپنی بیوی سے نرمی اور شفقت سے بات کرنا بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس حوالہ سے حضرت عائشہؓ نے گواہی دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ کریم۔ عام آدمیوں کی طرح بِلا تکلف گھر میں رہنے والے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ اپنی ساری زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور نہ ہی کبھی کسی خادم کو مارا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب مباعدہ للآثام ... حدیث 6050) حالانکہ آپ ایک ایسے دَور میں رہتے تھے جس میں ایسا کرنا عام سمجھا جاتا تھا۔ افسوس کہ آج بھی کئی مردوں کو چھوٹی چھوٹی حقیر باتوں کی وجہ سے اپنی بیویوں پر غصہ آ جاتا ہے۔ مَیں مجلس خدام الاحمدیہ کے ممبران کو تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ اپنی اَناؤں کو چھوڑ دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اپنائیں کیونکہ آپؐ عاجزی میں سب سے اعلیٰ تھے۔ یاد رکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ مرد جو اپنی عورتوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تقویٰ شعار لوگوں میں شامل نہیں ہو سکتا۔

مَیں نے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چند خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی لاتعداد مثالیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل نمونہ کو زندگی کے ہر حصہ میں ظاہر کرتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کی باتیں سُن لینا یا پڑھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ ہم سب کو لازماً اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آپؐ کے نمونہ کو اپنانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی پیروی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم ایسا کرنے والے ہوں گے تب ہی ہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے حقیقی معانی اور مقام کو سمجھنے والے ہوں گے۔ اور تب ہی ہم یہ دعویٰ کرنے کے لائق ہوں گے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے اور ہم اپنی زندگیوں میں ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کے عہد کو پورا کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کی زندگی کی جو بنیاد ہے یعنی کلمہ اس کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں۔

آخر پر مَیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں آپ نے اپنی جماعت سے وابستہ توقعات پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لیے نہیں ہے جیسے عام دنیا دار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمدللہ۔ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس مَیں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ۔ یہ نکمّی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لیے کھڑا کیا ہے۔ پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔ وہ گویا اپنے عمل سے میری عدمِ ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سُود ہے، تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشاء کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔''

فرمایا: ''خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہو سکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بِدُوں زندہ نہیں رہ سکتی۔'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 282۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس اس کے مطابق ہمیں ہمیشہ اپنی حالتوں کو بہتر بنانے، اپنی اصلاح کرنے اور مخلص مسلمان بننے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ جب ہم یہ الفاظ کہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں'' تو ہم اس کے حقیقی معانی سمجھنے والے ہوں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے از خود متحرک ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن تھا کہ دنیا اپنے خالق کو پہچانے اور خدا تعالیٰ کی توحید کو مانے اور یہ کہ بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرے۔ ہمیں ذاتی طور پر از خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دنیا کی اکثریت اسلام کو ایک شدّت پسند مذہب تسلیم کرتی ہے اور دہشتگردی کو ہَوا دینے والا مذہب سمجھتی ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھانے کی سعی کرنی چاہئے تاکہ دنیا کو سمجھ آ جائے کہ اسلام درحقیقت ایک امن پسند مذہب ہے جو یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرے۔

اللہ کرے کہ ہم اپنے طرزِ عمل سے دنیا کو اس بات پر قائل کرنے والے ہوں کہ حقیقی مسلمان وہ ہیں جو پیار کے پُل بنانا چاہتے ہیں اور جو معاشرے کی ہر سطح پر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم اپنے عملی نمونہ سے یہ ظاہر کرنے والے ہوں کہ حقیقی مسلمان وہ ہیں جو ہر بدامنی اور ہر تنازعہ کو دنیا سے ختم کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عظیم مقصد کو پورا کرنے والے ہوں، اسلام کی حقیقت کو سمجھنے والے ہوں اور دنیا کے ہر حصہ میں اسے پھیلانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجلس خدام الاحمدیہ یُوکے کو مسلسل برکت دیتا چلا جائے اور ہر لحاظ سے دنیا میں تمام خدّام کو برکت دے۔ آمین۔

☆...☆...☆

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

....

’’خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا‘‘

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 17 فروری 2012ء (مصلح موعود نمبر) میں مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمودہ ایک نشان کے پیش نظر حضرت مصلح موعودؓ کی پاکیزہ حیات کے چند پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی ’’خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا‘‘۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 28 دسمبر 1944ء کو جلسہ سالانہ سے ’’الموعود‘‘ کے عنوان سے جو معرکہ آراء خطاب فرمایا اُس میں مذکورہ نشان کے حوالہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس الہام کی صداقت میں متواتر میری حفاظت اور نصرت کی ہے۔ اور مَیں اس یقین پر قائم ہوں کہ جب تک میرا کام باقی ہے اُس وقت تک کوئی شخص مجھے مار نہیں سکتا۔ میرے ساتھ متواتر ایسے واقعات گزرے ہیں کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ان کے حملوں سے مجھے محفوظ رکھا۔ مثلاً:

☆ میری عادت ہے کہ میں گرم گرم چائے کے ایک دو گھونٹ پی لیا کرتا ہوں تاکہ گلا درست رہے کہ اسی دوران میں جلسہ گاہ میں سے کسی شخص نے ملائی کی ایک پیالی دی اور کہا کہ یہ جلدی حضرت صاحب تک پہنچادیں کیونکہ حضور کو تقریر کرتے کرتے ضعف ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک نے دوسرے اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وہ پیالی ہاتھوں ہاتھ پہنچانی شروع کردی یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر اتفاقاً کسی شخص کو خیال آ گیا اور اس نے احتیاط کے طور پر ذرا سی ملائی چکھی تو اس کی زبان کٹ گئی۔ تب معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملی ہوئی ہے۔ اب اگر وہ ملائی مجھ تک پہنچ جاتی اور مَیں خدانخواستہ اسے چکھ لیتا تو اور کچھ اثر ہوتا یا نہ ہوتا اتنا تو ضرور ہوتا کہ تقریر رُک جاتی۔

☆ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک دیسی عیسائی آیا جس کا نام میتھیوز تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ مجھے قتل کردے۔ یہاں سے جب وہ ناکام واپس لَوٹا تو اُس کا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہوگیا اور اُس نے اسے قتل کردیا۔ اُس نے سیشن کورٹ میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرا ارادہ اپنی بیوی کو ہلاک کرنے کا نہیں تھا بلکہ میں مرزا صاحب کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک جگہ کسی مولوی کی تقریر سنی جس کے بعد فیصلہ کیا کہ میں قادیان جاکر مرزا صاحب کو مار ڈالوں گا۔ چنانچہ میں پستول لے کر قادیان گیا۔ اتفاقاً اس روز جمعہ تھا اور بہت لوگ اکٹھے تھے۔ اس لئے مجھے ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ دوسرے دن وہ پھیروچیچی چلے گئے تو میں پستول لے کر ان کے پیچھے پیچھے پھیروچیچی گیا۔ مگر وہاں بھی ان کے دروازہ پر ہر وقت پہرہ دار بیٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے میں واپس آ گیا۔ گھر آکر میرا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہوگیا اور میں نے اسے مار ڈالا۔ یہ سارا واقعہ اس نے عدالت میں خود بیان کیا۔ حالانکہ ہمیں کچھ علم نہیں تھا۔

☆ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ احرار کی شورش کے ایام میں مَیں ایک دن اپنی کوٹھی دارالحمد میں تھا کہ افغان لڑکا آیا۔ میرے چھوٹے بچے اندر آئے اور بتایا کہ ایک لڑکا باہر کھڑا ہے اور وہ ملنا چاہتا ہے۔ مَیں باہر نکلنے ہی والا تھا کہ میں نے شور کی آواز سنی۔ اور پھر مجھے اطلاع دی گئی کہ یہ لڑکا قتل کے ارادہ سے آیا تھا مگر عبدالاحد صاحب نے اسے پکڑ لیا اور اس سے ایک چھرا بھی انہوں نے برآمد کرلیا ہے۔ مَیں نے عبدالاحد صاحب سے پوچھا کہ تمہیں کس طرح پتہ لگ گیا کہ یہ قتل کے ارادہ سے آیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ لڑکا پٹھان تھا اور ہم پٹھانوں کی عادات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ باتیں کرتے کرتے اس نے اپنی ٹانگوں کو اس طرح ہلایا کہ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس نے چھرا چھپایا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے ہاتھ ڈالا تو چھرا نکل آیا۔

میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ اُس جیل خانہ میں قید تھا جہاں مَیں افسر لگا ہوا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں پہلے دھرم سالہ تک ان کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں قادیان گیا اور پکڑا گیا۔

☆ چوتھا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اُمّ طاہر کے مکان کی دیوار پھاند کر ایک شخص اندر کودنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ پولیس والے چونکہ ہمارے خلاف تھے اس لئے انہوں نے یہ کہہ کر اُسے چھوڑ دیا کہ یہ پاگل ہے۔

☆ پانچواں واقعہ کل ہی ہوا ہے۔ ہمارے گھر میں دودھ رکھا ہوا تھا کہ میری بیوی کو شبہ پیدا ہوا کہ کسی نے دودھ میں کچھ ڈال دیا ہے۔ چنانچہ اس شبہ کی وجہ سے انہوں نے کہہ دیا کہ اس دودھ کو استعمال نہ کیا جائے۔ ایک دوسری عورت جسے اس کا علم نہیں تھا یا اس نے خیال کیا کہ یہ محض وہم ہے اس نے وہ دودھ پی لیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اب تک متواتر قَے آ رہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شبہ کیا گیا تھا وہ درست تھا۔

لیکن باوجود اس کے کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کئی کوششیں کیں اور ہر رنگ میں انہوں نے زور لگایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ خدا کا سایہ میرے سر پر ہوگا اس لئے وہ ہمیشہ میری حفاظت کرتا رہا اور اس وقت تک کرتا رہے گا جب تک وہ کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے اپنی تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔

☆ 10 مارچ 1954ء کو مسجد مبارک ربوہ میں جب حضورؓ نماز عصر پڑھا کر واپس جانے لگے تو اچانک ایک اجنبی نوجوان نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کردیا۔ چاقو کا یہ وار حضور کی گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا۔ حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ درمیان میں آگئے۔ نمازیوں نے کافی جدوجہد کے بعد حملہ آور کو قابو کرلیا اور اس کوشش میں بعض لوگ بھی زخمی ہوئے۔ حضورؓ بہتے خون کے ساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا جس سے حضور کے تمام کپڑے تربتر ہوگئے۔ ابتدائی مرہم پٹی ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی اور زخم کو صاف کرکے ٹانکے لگا کر سی دیا۔ ابتداء میں یہ خیال تھا کہ زخم پون انچ گہرا اور تین انچ چوڑا ہے لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے ضروری سمجھا کہ ٹانکے کھول کر پوری طرح معائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت زیادہ خطرناک اور سوا دو انچ گہرا اور شہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے۔ تب انہوں نے قریباً سوا گھنٹہ لگا کر زخم کا آپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کرکے باہر ٹانکے لگا دیئے۔ اس تمام عرصہ میں حضرت باہوش تھے اور آپؓ کی زبان پر تسبیح و تحمید جاری تھی۔ آپؓ نے حملہ ہونے کے فوراً بعد مسجد سے نکلتے ہی ہدایت فرمائی کہ حملہ آور کو صرف قابو کیا جائے لیکن اُسے مارا نہ جائے۔ اس ارشاد کی تعمیل کا ہی نتیجہ تھا کہ حملہ آور محفوظ حالت میں حوالہ پولیس کردیا گیا۔

بعدازاں تحقیق کے نتیجہ میں یہ حقیقت بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ یہ حملہ پاکستان اور اسلام کی دشمن طاقتوں کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ تھا جس کے پیچھے بعض غیرملکی عناصر بھی کارفرما تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور صرف چند مہینوں کے اندر آپ مکمل طور پر صحت یاب ہوگئے۔ جو ایک خارق عادت نشان ربّ ذوالجلال کا تھا۔ خدا کی قادرانہ تجلی نے اس سانحہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے سب چھوٹے مبشر بھائیوں سے لمبی عمر دی اور لاتعداد کامیابیوں اور نصرتوں سے معمور گیارہ برس تک مزید عمر بخشی اور پھر زندگی کے آخری سانس تک اپنے سایہ رحمت و شفقت میں رکھا۔ اس دوران آپ نے پاکستان کے طول وعرض میں بہت سے سفر کئے بلکہ یورپ کا للّٰہی اور نشریاتی دورہ بھی کیا اور یورپین احمدی مشنوں کی عالمی کانفرنس کی بھی کامیاب صدارت فرمائی۔ اسی دور میں حضور پُرنور کے قلم سے تفسیر صغیر شائع ہوئی جس نے دنیائے تفسیر میں ایک تہلکہ مچادیا۔ یہ منفرد تصنیف بہت سی لغوی، معنوی اور روحانی عجائبات کا نفیس مرقع بلکہ انسائیکلوپیڈیا تھی جس پر پاکستانی پریس نے بھی خوب داد تحسین دی۔

اسی زمانہ میں مرکز میں ضیاء الاسلام پریس قائم ہوا اور روزنامہ الفضل کراچی کی بجائے ربوہ سے جاری ہوگیا۔ اسی عرصہ میں تعلیم الاسلام کالج، دفتر انصاراللہ مرکزیہ، فضل عمر ہسپتال، یادگاری مسجد، ایوان محمود و دفاتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، جامعہ احمدیہ اور نصرت گرلز ہائی سکول کی شاندار عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ وقف جدید جیسی انقلاب آفریں تحریک کی بنیاد پڑی۔ اشاعتی ادارہ ’ادارۃ المصنفین‘ کا قیام عمل میں آیا۔ یتیموں اور مسکینوں کے لئے دارالاقامہ بھی انہی ایام کی یادگار ہے۔ اسی طرح مسجد نور راولپنڈی کی شاندار عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

بیرون پاکستان جماعتی سرگرمیوں پر طائرانہ نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سنہری گیارہ سالوں میں (1954ء سے نومبر 1965ء تک) سوئٹزرلینڈ، لائبیریا، فلپائن اور آئیوری کوسٹ میں جماعت احمدیہ کے نئے مشن قائم ہوئے۔ مالٹا کے ایک انجینئر نے احمدیت قبول کرکے اپنے ملک میں احمدیت کا علم لہرایا۔ دنیا بھر میں اشاعتی لٹریچر میں زبردست اضافہ ہوا۔ چنانچہ اس دوران قرآن مجید کے مقبول جرمن ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن منظرعام پر آیا۔ ڈینش ترجمہ قرآن کا حصہ اول شائع ہوا۔ چند زبانوں میں تراجم قرآن کا مسودہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

علاوہ ازیں تحریک جدید کے مبلغین کی کوششوں سے برما، لائبیریا، فلپائن، ہمبرگ، دارالسلام (تنزانیہ)، کمپالا، جنجہ (یوگنڈا)، ٹانگانیکا، سیرالیون، اکرا (غانا)، رنگون (برما) اور فجی میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر ہوئی۔ اس طرح دنیا بھر میں تیرہ مراکزِ توحید کا غیرمعمولی اضافہ ہوا۔

حضرت مصلح موعودؓ ابھی مسند خلافت پر بھی رونق افروز نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے القاء ربانی سے 27/اگست 1913ء کو عارفانہ اور متوکّلانہ شان کے ساتھ یہ پیشگوئی فرمادی تھی کہ ؎

حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اسے
وہ ہے اغیاروں میں مَیں اس یار کے یاروں میں ہوں
جانتا ہے کس پہ تیرا وار پڑتا ہے عدُو
کیا تجھے معلوم ہے کس کے جگر پاروں میں ہوں

قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ ربوہ پر اس حادثہ کی وجہ کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’دشمن نے اپنی طرف سے تو گویا مجھے ختم ہی کردیا تھا لیکن کہتے ہیں جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور رحم کے ساتھ دشمن کے ارادوں کو ناکام کردیا۔

بہرحال ایک بلا آئی اور چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اس سے محفوظ رکھا۔ مگر میں اس موقعہ پر یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو بھی واقع ہوا۔ حملہ کرنے والے کی نیت بہرحال مجھے مارنے کی اور نہ صرف مجھے مارنے کی بلکہ احمدیت کو مارنے کی تھی اور یہ میرا مذہبی فرض ہے کہ اس موقعہ پر مَیں یہ دنیا کو بتادوں کہ احمدیت کا میری زندگی پر انحصار نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ آئے اور فوت ہوگئے۔ دشمن نے سمجھا کہ اب احمدیت ختم ہوگئی۔ لیکن اس کا یہ خیال غلط نکلا اور احمدیت قائم رہی اور ترقی کرتی چلی گئی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا زمانہ آیا اور لوگوں نے سمجھا کہ احمدیت حضرت خلیفہ اوّل کی وجہ سے قائم ہے۔ لیکن آپ بھی وفات پاگئے اور سلسلہ پھر بھی ترقی کرتا چلا گیا۔ پھر سلسلے کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں دی۔ دشمن نے گمان کیا کہ بھلا یہ بچہ کیا کرسکے گا۔ آج نہیں تو کل یہ جماعت تباہ ہوجائے گی۔ لیکن وہ بچہ آج بوڑھا ہو رہا ہے مگر احمدیت کا قدم جوانی کی طرف گامزن ہے۔ پس احمدیت کی ترقی کا تعلق یا انحصار کسی انسان پر نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ جس نے بہرحال بڑھنا اور ترقی کرنا ہے اور اس کی شاخیں زمین سے آسمان تک پہنچتی چلی جائیں گی۔‘‘

حضرت مصلح موعودؓ نے 1924ء کے سفر یورپ کے دوران ایک نظم رقم فرمائی تھی۔ اس پُرمعارف کلام کے چند اشعار یوں تھے ؎ :

تم مرے قتل کو نکلے تو ہو پر غور کرو
شیشے کے ٹکڑوں کو نسبت بھلا کیا ہیروں سے
مجھ کو حاصل نہ اگر ہوتی خدا کی امداد
کب کے تم چھید چکے ہوتے مجھے تیروں سے
حق تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں مَیں یاد رہے
وہ بچائے گا مجھے سارے خطا گیروں سے

...❀...❀...❀...

محترم چوہدری نور احمد باجوہ صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 28 مئی 2012ء میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں مکرمہ ن۔ب صاحبہ نے اپنے نانا مکرم چوہدری نور احمد باجوہ صاحب ابن حضرت

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

February 9, 2018 – February 15, 2018

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday February 9, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
01:00	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 45.
01:30	Peace Symposium: Recorded on March 14, 2015.
02:20	In His Own Words
03:00	Spanish Service
03:35	Khazain-ul-Mahdi
04:05	Tarjamatul Qur'an Class
05:10	Masjid-e-Aqsa Rabwah
05:30	Seekers Of Treasure
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 17-24.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 46.
07:00	Beacon Of Truth
08:00	Signs Of The Latter Days
09:05	MTA International Conference 2015
10:00	In His Own Words
10:30	Food For Thought
11:05	Deeni-o-Fiqahi Masail
11:40	Noor-e-Mustafwi
12:00	Tilawat [R]
12:30	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
14:30	Shotter Shondhane: Recorded on May 3, 2015.
15:25	Signs Of The Latter Days [R]
16:30	Friday Sermon [R]
17:45	Noor-e-Mustafwi [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
18:35	Beacon Of Truth [R]
19:30	Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
20:00	MTA International Conference 2015 [R]
20:50	In His Own Words [R]
21:20	Signs Of The Latter Days [R]
22:30	Friday Sermon [R]
23:45	Noor-e-Mustafwi [R]

Saturday February 10, 2018

00:00	World News
00:30	Tilawat
00:45	The Concept Of Bai'at
01:00	Yassarnal Qur'an
01:30	MTA International Conference 2015
02:30	In His Own Words
03:00	Beacon Of Truth
03:45	Noor-e-Mustafwi
04:00	Friday Sermon
05:15	The Concept Of Bai'at
05:30	Deeni-o-Fiqahi Masail
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 25-31.
06:15	Dars-e-Hadith
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 15.
07:00	History Of Cordoba
07:25	Open Forum
08:00	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon: Recorded on February 9, 2018.
10:10	Dua-e-Mustaja'ab
10:50	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:35	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:05	Bangla Shomprochar
15:25	Khazain-ul-Mahdi
16:00	Live Rah-e-Huda
17:35	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat: Surah Az-Zukhruf, verses 25-90.
18:35	History Of Cordoba [R]
19:00	Open Forum [R]
19:35	Dua-e-Mustaja'ab [R]
20:15	National Waqifat-e-Nau Ijtema UK 2012
21:10	International Jama'at News [R]
22:15	Friday Sermon [R]
23:30	Khazain-ul-Mahdi [R]

Sunday February 11, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
00:55	Al-Tarteel
01:20	National Waqifat-e-Nau Ijtema UK 2012
02:15	In His Own Words
02:45	History Of Cordoba
03:10	Open Forum
03:45	History Of MTA In Mauritius
04:05	Friday Sermon
05:30	Khazain-ul-Mahdi
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 32-38.
06:15	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
06:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 46.
07:10	Rah-e-Huda: Recorded on February 10, 2018.
08:45	Ashab-e-Ahmad
09:15	Bustan-e-Waqfe Nau Class: Recorded on November 30, 2013.
10:10	In His Own Words
10:45	Shama'il-e-Nabwi
11:15	Indonesian Service
12:15	Tilawat [R]
12:25	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 9, 2018.
14:10	Shotter Shondhane: Recorded on May 3, 2015.
15:15	Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]
16:10	In His Own Words [R]
16:45	The Life Of Hazrat Usman (ra)
17:20	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
19:00	Live Beacon Of Truth
20:00	Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]
20:55	In His Own Words [R]
21:30	The Life Of Hazrat Usman (ra) [R]
22:05	Friday Sermon [R]
23:25	Ashab-e-Ahmad [R]

Monday February 12, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:40	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
01:00	Yassarnal Qur'an
01:35	Bustan-e-Waqfe Nau Class
02:30	In His Own Words
03:05	The Life Of Hazrat Usman (ra)
03:40	Friday Sermon
04:50	Qur'anic Archaeology
05:30	Ashab-e-Ahmad
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 39-47.
06:15	Dars-e-Hadith
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 15.
07:00	Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on December 29, 1997.
08:05	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
08:25	Seerat-un-Nabi
09:00	Architects And Engineers Symposium 2015
09:35	Masjid Mubarak Rabwah
09:50	In His Own Words
10:25	Kids Time
10:55	Friday Sermon: Recorded on September 1, 2017.
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:35	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon [R]
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Architects And Engineers Symposium 2015 [R]
15:40	Masjid Mubarak Rabwah [R]
15:55	In His Own Words [R]
16:30	International Jama'at News
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Swedish Service
19:05	Seerat-un-Nabi [R]
19:35	The Review Of Religions [R]
20:05	Architects And Engineers Symposium 2015 [R]
20:40	Masjid Mubarak Rabwah [R]
20:55	In His Own Words [R]
21:30	Signs Of The Latter Days
22:25	Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:30	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood [R]

Tuesday February 13, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
00:55	Al-Tarteel
01:25	Architects And Engineers Symposium 2015
02:00	In His Own Words
02:40	International Jama'at News
03:40	Rencontre Avec Les Francophones
04:45	Kasre Saleeb
05:30	Seerat-un-Nabi
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 48-59.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 47.
07:05	Liqa Ma'al Arab: Session no. 188.
08:00	Story Time
08:35	Art Class
09:10	Bustan-e-Waqfe Nau Class
10:00	In His Own Words
10:35	Aadab-e-Zindagi
11:10	Indonesian Service
12:10	Tilawat [R]
12:25	Dars-e-Hadith [R]
12:40	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 9, 2018.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]
16:00	Seerat-e-Ahmad
16:30	Beacon Of Truth
17:20	Aadab-e-Zindagi [R]
18:00	World News
18:20	Rah-e-Huda: Recorded on February 10, 2018.
19:55	Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]
20:45	In His Own Words [R]
21:20	Quiz About The Holy Qur'an
22:20	Liqa Ma'al Arab [R]
23:20	Seerat-e-Ahmad [R]

Wednesday February 14, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:40	Dars-e-Hadith
01:05	Yassarnal Qur'an
01:30	Bustan-e-Waqfe Nau Class
02:40	Seerat-e-Ahmad
03:15	Beacon Of Truth
04:10	Liqa Ma'al Arab
05:05	Quiz About The Holy Qur'an
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 60-69.
06:15	Al-Tarteel: Lesson no. 15.
06:40	Question And Answer Session: Recorded on April 26, 1985.
08:00	Pakistan National Assembly 1974
09:00	National Waqfeen-e-Nau Ijtema UK 2012
10:00	In His Own Words
10:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:10	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
12:35	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 9, 2018.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	National Waqfeen-e-Nau Ijtema UK 2012 [R]
16:00	In His Own Words [R]
16:30	Mosha'airah
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
18:30	French Service: L'Islam En Questions
19:00	History Of Cordoba
19:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
20:00	National Waqfeen-e-Nau Ijtema UK 2012 [R]
21:00	Mosha'airah [R]
22:00	Question And Answer Session [R]
23:20	Aadab-e-Zindagi [R]

Thursday February 15, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
01:00	Al-Tarteel
01:30	National Waqfeen-e-Nau Ijtema UK 2012 [R]
02:30	Pakistan National Assembly 1974
03:45	Question And Answer Session
05:10	Mosha'airah
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 283-285.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 39.
06:55	Tarjamatul Qur'an Class: Recorded on April 2, 1996.
08:00	Beacon Of Truth: Recorded on January 14, 2018.
08:55	Inauguration Of Mansoor Mosque: Recorded on May 23, 2015 from Aachen, Germany.
10:00	In His Own Words
10:30	Roshan Hui Baat
11:00	Japanese Service
11:20	Pushto Muzakarah
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 9, 2018.
14:00	Beacon Of Truth [R]
15:00	In His Own Words [R]
15:30	Persian Service
15:55	Friday Sermon [R]
17:00	Seekers Of Treasure
17:45	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Roshan Hui Baat [R]
19:00	Open Forum
19:35	Khazain-ul-Mahdi
20:00	Friday Sermon [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Seekers Of Treasure [R]
22:25	Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:30	Attractions Of Canada

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org

Vol 25 | Friday 09 February 2018 | Issue No. 06

خورشید مثال شخص کل شام......

(طاہر احمد بھٹی۔ جرمنی)

20/جنوری 2018ء

پرسوں حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کا انتقال ہوا۔ اور کل شام......

خورشید مثال شخص کل شام مٹی کے سپرد کر دیا ہے۔۔۔!

ربوہ کی بہت سی خوش بختیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس بستی میں ایسے وجود ہر وقت موجود رہتے ہیں جن کے لئے نابغۂ روزگار کا لفظ چھوٹا پڑ جاتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ایک ایسا ہی بے بدل اور قیمتی وجود تھے۔ برصغیر کی تہذیب اور رکھ رکھاؤ کے کچھ حصے ایسے ہیں جو اَب صرف کتابوں اور داستانوں میں ہی ملتے ہیں۔ حضرت میاں صاحب اُن نایاب گوشہ ہائے زندگی کی ایک چلتی پھرتی تصویر تھے۔ پچھلی ڈیڑھ صدی پر محیط سول ایڈمنسٹریشن اور بیوروکریسی نے جب امام وقت کی بیعت کر لی تو حضرت مرزا عزیز احمد صاحب جیسا وجود ناظر اعلیٰ بنا اور خلافت کے سامنے اس صدی اور زمانے کو آدابِ اطاعت سکھاتے ہوئے نظارت علیاء کو خلافت کا دست و بازو بنا کر رخصت ہوئے۔ ہم نے ان کے تذکرے سنے اور تصویریں دیکھ رکھی ہیں۔ کچّے پکّے مکانوں اور خاک اُڑاتی ربوہ کی گلیوں میں ان کے وقار اور متانت کے نقشِ پا ثبت ہیں۔ جب ہم نے بعد از لڑکپن، صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں محض زیارت بزرگان کی لپک اور شوق میں جانا شروع کیا تو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو تمکنت اور وقار کی چلتی پھرتی تصویر کے طور پر دیکھا کئے۔ کوٹ جرسی کے پورے بٹن لگے ہوئے، ہر قدم جما کر دفتر کے برآمدے میں آتے جاتے دیکھا اور جب دل نے بہت زور مارا تو چِک اٹھا کے دفتر میں جا کے بھی زیارت کر لی۔.... دعائیں لیں اور آ گئے۔

اسی زمانے میں حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب دفتر امور عامہ میں تشریف فرما تھے اور ملک خالد مسعود صاحب ان دنوں ناظر امور عامہ تھے۔ عاجز نے دورانِ گفتگو ملک خالد مسعود صاحب سے عرض کیا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ناحق کی مشکلات سے بچائے۔ خاکسار اجازت لے کے رخصت ہو رہا تھا اور جب میاں خورشید احمد صاحب کی کرسی کے پیچھے سے بصد ادب گزر رہا تھا تو آپ نے پیچھے ہاتھ بڑھا کر خاکسار کو کلائی سے پکڑ لیا۔ خاکسار اُن کے کلائی سے پکڑنے کا تو بیان کر سکتا ہے لیکن اس لَمس، شفقت اور اسلوبِ اپنائیت کو بیان کرنے کا مجھ میں سلیقہ بھی نہیں اور الفاظ بھی نہیں ہیں۔ فرمانے لگے،"اَن حقی، یا ناحق کی مصیبت سے بچنے کی دعا کروا رہے ہو، کیا حقی، یا برحق مصیبت کو جھیل سکتے ہو؟...اس لئے دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی مصیبت سے بچائے۔ انسان میں برحق مصیبت کو برداشت کرنے کی بھی کہاں ہمت ہے۔"

یہ تھی راقم کی میاں صاحب سے پہلی ملاقات۔ اس کے بعد چند قدم بڑھ کے مصافحہ تو اکثر نصیب ہو جاتا تھا لیکن۔...... اب تو وہ بھی کہاں۔ ربوہ میں پلے بڑھے اور بود و باش رکھنے والوں کو اس طرح کی ضیافتِ قلب و نظر تو ہمہ وقت ہی نصیب رہتی ہے لیکن جب جب کوئی ایسا وجود اٹھتا ہے تو اس وقت دل کی حالت بھی دیدنی ہوتی ہے۔ باہر سے دیکھنے والوں کو اس کا اِدراک ہی نہیں ہو پاتا اور اگر کسی ایک آدھ کو کچھ احساس اور ادراک ہو بھی تو وہ اس کا اظہار ہی نہیں کر پاتا۔ دارالضیافت کے سامنے والی سڑکوں پہ خاکسار اور ضیاءالدین یوسفزئی چہل قدمی کر رہے تھے تو یوسفزئی صاحب مجھے کہتے ہیں کہ آپ یہاں کیوں رہتے ہیں؟ ربوہ اور احمدیوں کا تو پاکستان میں کوئی مستقبل نظر نہیں آتا۔ عین اس لمحے ناظر اعلیٰ کی سفید کار گزری جس میں مرزا خورشید احمد صاحب دفتر سے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے بے ساختہ کہا کہ اس بزرگ کی وجہ سے ہم بھی بیٹھے ہیں۔ اگر ربوہ اور ہمارا پاکستان میں کوئی مستقبل نہیں ہے تو جماعت کا اتنا قیمتی وجود یہاں کیوں ہے۔ اگلے دن موصوف نے جا کر تحریک جدید اور صدر انجمن کے دفاتر دیکھے اور اسلام آباد واپسی کے سفر میں کہنے لگے، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ کے ربوہ میں تو...۔

جو ذرّہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے

میاں صاحب کے صاحبزادوں اور بھتیجوں کے ساتھ سکول کالج کا ساتھ رہا۔ اللہ کے فضل سے کسی بھی طرح کے احساس برتری یا کمتری کی ہوا نہیں لگی۔ جیسی باوقار درویشی بڑوں کی ویسی ہی زمین پہ پاؤں لگائے رکھنے کا چلن ہمارے ہم جماعت صاحبزادگان کا تھا۔ مجھے مرزا نصیر احمد کا سکول میں کیکر کے نیچے کچی اور کھری زمین پر اکڑوں بیٹھنا ...۔ اور اتنے صاف کپڑوں کے ساتھ بیٹھنا آج تک یاد ہے۔ دارالصدر کے کونے والی تین کوٹھیاں، ایک جیسے لکڑی کے گیٹ اور باہر کالے شیشوں والی سرخ کار...۔ اگر کہیں دروازہ کھٹکھٹا دیا اور اندر سے لڑکوں کی جگہ خود میاں صاحب آ گئے ...۔ تو ایک لمحے میں ...۔ صرف پیغامبر بن جاتے اور پوچھ تاچھ کبھی نہیں کی۔ بعد کو ڈاکٹر مرزا ثمر احمد کو ملنے گیا... تین سال قبل، تو میاں صاحب ان دنوں ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تھے۔ مرزا ثمر نے تواضع وغیرہ پہ اصرار کیا تو خاکسار نے ازراہ جہالت کہا کہ، میں چلتا ہوں، بڑے میاں صاحب بھی گھر پہ ہی ہیں۔ ثمر کی بے قابو مسکراہٹ اور کہا کہ چپ کر کے مشروب پیو۔ ... یہ بڑے میاں صاحب نے ہی سکھایا ہے کہ گھر آئے کی تواضع کے بغیر نہیں جانے دینا۔

مسجد مبارک میں کبھی کبھار کسی جنازے وغیرہ کی وجہ سے اگر خود امامت کرواتے تو.... قراءت کی الحمدللہ کے ساتھ ہی دل مٹھی میں لے لیتے۔ اس کے بعد ایک آواز تلاوت کی کانوں کو آتی اور دوسری دل کو .... اور حالت وہ کہ بس۔ جس طرح ایک غیر از جماعت دوست نے عرصہ ہوا مسجد مبارک میں صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کو نماز پڑھتے دیکھ کر کہا کہ ان کو تو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے لئے بھی دل گردہ چاہئے۔ تو حضرت میاں خورشید احمد صاحب کی قلبی قراءت کو سن کے سہارنے کے لئے بھی دل گردہ ہی چاہئے، جو خاکسار کے پاس تو کبھی بھی نہیں رہا۔

اردو اور انگریزی ادب اور شعر و سخن کی تفہیم پہ ان کے مقام اور مرتبے پہ کیا عرض کروں۔... بس یوں کہ کل سے چوہدری محمد علی مضطر صاحب کی وہ مشہور و معروف نظم۔ .... 'جاگ اے شرمسار آدھی رات' سن رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں۔...... سوچ رہا ہوں اور سن رہا ہوں .... مَیں یہ اٹھاؤں جام کہ مَیں یہ اٹھاؤں جام۔ چوہدری صاحب مرحوم سے بھی سنی تھی اور بارہا سنی ... پر یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ میاں صاحب کی آواز میں ان کا پینسٹھ سالہ وقف، ان کی پچاسی سالہ ذات...... ان کا کثیر مطالعہ، ان کا مستقل استغراق...... ان کی پھوٹ بہنے والی خشیت الٰہی اور ان کی بارگاہ ایزدی میں رسائی اور اس رسائی سے پہلے کی کپکپی بول رہی ہے۔ اب اس نظم کو کوئی لوگوں میں بیٹھ کے کیسے سنے اور اس کی چوٹ کو کیا کھا کے سہے؟

کل ایک غیر از جماعت بڑے کالم نگار نے ایک احمدی بزرگ سے دیر تک میاں صاحب کے اوصاف حمیدہ پہ تعزیتی گفتگو کی اور ان کی علمی، انتظامی اور فکری صلاحیتوں کو خراج تحسین پیش کیا۔.... لیکن موصوف ایسا کوئی اظہار کسی پبلک فورم پر نہیں کر سکیں گے۔ ہم احمدی جو ہوئے۔....۔ اور یہ پاکستان جو ہوا ....۔ اور حالات مخدوش جو ہوئے اور۔ .... اس لئے شرفاء کے خیالات محبوس اور محدود جو ہوئے۔ لیکن ہمارے سینے کو تو میاں صاحب کی آواز نے بعد از وفات بھی یوں دھویا اور ایسا انشراح اتارا کہ خاکسار نے ان احمدی بزرگ دوست سے کہا کہ یہ اچھا ہے۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ میاں صاحب کی آواز اس مفارقت کے وقت خود ہی ہمیں پُرسہ بھی دے رہی ہے۔ میاں صاحب کی یادوں اور محبتوں کی نذر یہ شعر۔۔۔ کہ

وہ نہ تم بدلے نہ ہم طور ہمارے ہیں وہی
فاصلے بڑھ گئے، پر قرب تو سارے ہیں وہی

اللہ تعالیٰ ان کے اہل و عیال، اقرباء، اہل ربوہ اور ہم سب کا خود حامی و ناصر ہو اور ان کے حلم، علم اور عرفان کو ہماری معاشرت میں زندہ تر فرمائے۔ آمین

مادۂ تاریخ بر وفات

حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب

ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ۔ پاکستان

اک سپوتِ سلسلہ اک پیکرِ صدق و وفا
خدمتِ دینِ متیں کا حق ادا اُس نے کیا

نام بھی خورشید تھا اوصاف بھی خورشید تھے
جس طرف چلتا گیا اِک روشنی کرتا گیا

کام جیسا بھی خلافت نے کیا اُس کے سپرد
حکم کی تعمیل میں وہ آخری حد تک گیا

عہدِ بیعت کو نبھایا اُس نے احسن رنگ میں
ٹی آئی کالج تھا وہ یا ناظرِ اعلیٰ ہوا

یوں تو اِک امید تھا سب ملنے والوں کے لئے
باخدا اہلِ قلم کا وہ دلی ہمدرد تھا

مسئلوں کے حل کرنے کا ہنر تھا اُس کے پاس
حوصلہ پاکر وہ لَوٹا جو کوئی اُس سے ملا

چل دیئے ہیں چھوڑ کر قدسیؔ میاں خورشید "آہ
الوداع اے عاشقِ صادق خلافت الوداع"

2018=6 +2012

(عبدالکریم قدسیؔ)